جامعہ حقانیہ کا ترجمان

ساہیوال

سرگودھا

مجلہ الحقانیہ

رمضان المبارک / شوال المکرم ۱۴۳۲ھ اگست / ستمبر ۲۰۱۱ء



بانی: فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی قدس سرہٗ

فہرست

خط وکتابت کیلئے: دفتر ماہنامہ الحقانیہ جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

web-www.alhaqqania.org

E-mail-alhaqqania@yahoo.com فون: 048-6786002/6786899

پبلشر: مفتی سید عبدالقدوس ترمذی پرنٹر: جناب محمد منیر صاحب فاطر پرنٹنگ پریس سرگودھا

کمپوزر: جناب حافظ سید عبدالغفور صاحب ترمذی

کلمۃ الحق مفتی سعید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

تحریک پاکستان میں علماء دیوبند کا کردار اور وقت کی آواز

سیاست بھی دین کا ایک اہم شعبہ اور اس کا حصہ ہے، سیاست کو دین سے الگ نہیں کیا جاسکتا اگر سیاست دین سے جدا ہوگی تو وہ سیاست شرعیہ اور اسلامیہ نہیں ہوگی بلکہ چنگیزی کہلانے کی مستحق ہوگی دانائے مشرق علامہ اقبال مرحوم نے اس حقیقت کو اپنے الفاظ میں یوں بیان فرمایا ہے ؂ جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

اس تعبیر میں بظاہر تو دین کو تابع اور سیاست کو اصل قرار دے کر سیاست کی بجائے دین کے اس سے الگ ہونے کو چنگیزی کہا جارہا ہے لیکن شاید تعبیر کی یہ کوتاہی مصرع کے وزن کو برقرار یا پرزور بنانے کے لیے اختیار کی گئی ہو اور مراد وہی ہو جو اوپر بیان کی گئی ہے۔ تاہم اصل حقیقت یہی ہے کہ بغیر دین کے سیاست محض سیاست اور مغربی طرز کی جمہوریت دین کا شعبہ نہیں بلکہ یقیناً بے دینی اور چنگیزی ہے جہاں تک سیاست شرعیہ کا تعلق ہے تو وہ بلاشبہ دین کا حصہ اور عبادت ہے۔ فقہاء اسلام نے کتب فقہ میں اس کے تفصیلی احکام اور متعلقہ مسائل کو بسط و تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔ حضرات علماء کرام جو انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے حقیقی وارث ہیں انہوں نے دین کے دوسرے شعبوں کے ساتھ اس شعبہ میں بھی خدمات انجام دی ہیں۔

برصغیر کی سیاست اور تحریک پاکستان میں ان کی خدمات تاریخ کا ایک روشن باب ہے جسے کوئی بھی جھٹلا نہیں سکتا۔ چنانچہ تحریک پاکستان میں ہمارے اکابر علماء دیوبند کی خدمات پر تفصیل سے روشنی ڈالتے ہوئے حضرت والد ماجد قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

حضرت حکیم الامت تھانوی اس برصغیر میں مسلمانوں کیلئے ایک علیحدہ وطن کے

قیام کے خواہشمند رہے جس زمانہ میں مسلمانوں کیلئے علیحدہ مرکز اور مستقل نظام حکومت کا کہیں ذکراذکار نہیں تھا اس وقت بھی حضرت تھانوی اپنی خواہش کا اظہار فرماتے رہتے تھے کہ مسلمانوں کیلئے علیحدہ وطن کا قیام ان کے تمدن ومذہب کے تحفظ کیلئے ضروری ہے برصغیر سے بقول مولانا عبدالماجد دریاآبادی مسلمانوں کیلئے علیحدہ مملکت کا تصور سب سے پہلے حضرت حکیم الامت تھانوی کے یہاں سنا گیا مولانا دریا آبادی لکھتے ہیں:

پاکستان کا تخیل خالص اسلامی ریاست کا خیال سب آوازیں بہت بعد کی ہیں پہلے پہلے اس قسم کی آوازیں یہیں تھانہ بھون میں کانوں میں پڑیں (حکیم الامت نقوش وتاثرات)

حضرت تھانوی کی دلی تمنا اور دعا تھی کہ اللہ تعالیٰ حکومت عادلہ مسلمہ قائم فرمادیں اور میں اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھوں (اسعدالابرار ص۱۳۷)

یہ ۱۹۲۸ء کی بات تھی جس میں حضرت تھانوی نے پاکستان کی اسکیم اور اس کیلئے نظام اسلام شرعی عدالتوں کا قیام وغیرہ کا نقشہ تیار فرمادیا تھا بعدمیں علامہ اقبال مرحوم نے اپنے خطبہ صدارت آل انڈیا مسلم لیگ الہ آباد منعقدہ ۲۹/ دسمبر۱۹۳۰ء میں اسی تخیل کا اظہار کیا پھر مارچ ۱۹۴۰ء کولاہور میں اس کا بطور ملی نصب العین کے مسلم لیگ کی طرف سے قرارداد پاکستان کی صورت میں مطالبہ کیا گیا جب تک مسلم لیگ نے کانگریس سے علیحدہ ہوکر مسلم قوم کے تشخص اور مسلمانوں کے قومی استقلال کا مطالبہ نہیں کیا اس وقت تک حضرت تھانوی نے مسلم لیگ کی بھی تائید نہیں فرمائی جب مسلم لیگ نے ۱۹۳۸ء میں جھانسی الیکشن میں کانگریس کا مقابلہ کیا اس وقت حضرت تھانوی نے کانگریس کو ووٹ نہ دینے کا تار جھانسی بھجواکر مسلم لیگ کی حمایت فرمائی جس پر مسلم لیگ کو کامیابی ہوئی اور اس کی خوشخبری سنانے کیلئے مولانا شوکت علی اور مولانا مظہرالدین یکم اپریل ۱۹۳۸ء کو تھانہ بھون آئے اور وہاں عظیم جلسہ ہوا جلسے میں حضرت حکیم الامت کے حکم سے مولانا

ظفراحمد عثمانی نے تقریر فرمائی اور حضرت کا تائیدی بیان پڑھ کرسنایا اس جلسہ میں حضرت تھانوی کے خلیفہ مولانا حافظ جلیل احمد شیروانی بانی مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان بھی شریک تھے پھر ۴،۳ جون ۱۹۳۸ء کو بمبئی میں آل انڈیا مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کے اجلاس میں شرکت کیلئے علامہ شبیراحمد عثمانی، مولانا شبیرعلی تھانوی، مولانا مفتی عبدالکریم گمتھلوی مفتی خانقاہ تھانہ بھون کو بھیجنا حضرت تھانوی نے تجویز فرمایا مگر یہ وفد بوجہ عذر پیش آجانے کے اجلاس میں شریک نہ ہوسکا البتہ آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس ۹، ۷ دسمبر ۱۹۳۸ء کو مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوری کی قیادت میں دوسرا وفد شریک ہوا جس میں مولانا شبیرعلی تھانوی، مولانا ظفراحمد عثمانی، مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوری اور مولانا عبدالجبار ابوہر منڈی وغیرہ حضرات شریک تھے اس وفد میں مسٹر محمد علی جناح کو حضرت تھانوی کا پیغام پہنچایا اور زبانی گفتگو بھی کی اگلے روز اجلاس میں مولانا ظفراحمد عثمانی نے حضرت تھانوی کا تاریخی پیغام پڑھ کر سنایا۔

بہرحال حضرت تھانوی قائداعظم کو وقتاً فوقتاً اپنے مفید اصلاحی مشوروں سے بھی بذریعہ خط اطلاع دیتے رہتے تھے اور یہ باہمی خط وکتابت کا سلسلہ حضرت کے آخر وقت تک جاری رہا آج بھی حضرت تھانوی کا ایک خط بنام قائداعظم اسلام آباد میں ان کے کاغذات میں محفوظ ہے۔

دوسری جنگ عظیم کے موقع پر تیسرا وفد حضرت تھانوی نے آرمی بل سے متعلق مسلم لیگ کے موقف کی وضاحت کیلئے بھی قائداعظم کے پاس بھیجا تھا جس میں مولانا شبیرعلی تھانوی، مولانا ظفراحمد عثمانی، اور مولانا مفتی محمد شفیع صاحب شامل تھے۔ سہارنپور کے ایک حلقہ میں یوپی اسمبلی کیلئے مسلم لیگ اور کانگرس میں مقابلہ ہوا اس الیکشن میں بھی حضرت تھانوی نے مسلم لیگ کے امیدوار کو ووٹ دینے کی ترغیب دی چنانچہ مسلم لیگ کے امیدوار مولوی منفعت علی سہارنپور یوپی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوگئے۔

حضرت حکیم الامت تھانوی کا مسلم لیگ کی تائید میں ایک تفصیلی فتویٰ تنظیم المسلمین کے نام سے ۱۳۵۶ھ میں شائع ہوا جو امداد الفتاویٰ جلد ۴ کے ص ۶۲۵ سے ۶۳۱ تک پھیلا ہوا ہے حضرت تھانوی نے شرح صدر کے ساتھ مسلم لیگ میں داخل ہونے اور اس کی اصلاح میں کوشش کرنے کا حکم فرمایا ہے۔

دیوبندی حلقے کے سرخیل اس وقت چونکہ حضرت حکیم الامت تھانوی تھے انہوں نے واضح طور پر مسلم لیگ کی تائید وحمایت فرمائی تھی اس لئے حضرت تھانوی کے لاکھوں عقیدت مند اور ہزاروں متوسلین جن میں سینکڑوں کی تعداد علماء کرام کی ہی تھی سب نے تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور مطالبہ پاکستان کی ہر طرح سے تائید وحمایت کی خصوصیت سے شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی ، مولانا ظفر احمد عثمانی ، مفتی محمد شفیع دیوبندی ، مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوری ، مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوری ، علامہ سید سلیمان ندوی ، مولانا مفتی محمد حسن امرتسری ، مولانا خیر محمد جالندھری ، مولانا اطہر علی سلہٹی ، مولانا شاہ وصی اللہ اعظمی ، مولانا قاری محمد طیب قاسمی ، اور مولانا مفتی عبدالکریم گمتھلوی رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ حضرات نے حکیم الامت تھانوی کے اس مشن کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کیلئے جس کا ذکر ۱۹۲۸ء میں کیا تھا تحریک پاکستان میں سب سے زیادہ حصہ لیا ان حضرات نے ہندوستان کے چپے چپے اور گوشے گوشے میں اپنی تقریروں اور عملی جدوجہد کے ذریعہ تحریک پاکستان کو مقبول عام بنانے اور پروان چڑھانے میں جس شاندار کردار کا مظاہرہ کیا وہ اپنی مثال آپ ہے ان حضرات کی خدمات جلیلہ اور مساعی جمیلہ کا اعتراف خود قائد اعظم مرحوم اور لیاقت علی خان مرحوم نے بار بار کیا اور اسی لئے قائداعظم نے پاکستان کی پہلی پرچم کشائی علامہ شبیر احمد عثمانی اور مولانا ظفر احمد عثمانی کے ہاتھوں کرائی تھی۔

سرحد اور سلہٹ ریفرنڈم میں کامیابی انہی حضرات کی کاوشوں کا نتیجہ تھی اگر ان

حضرات کی حمایت مسلم لیگ کو حاصل نہ ہوتی توبظاہر حالات مسلم لیگ کو کامیابی کا حاصل کرنا سخت دشوار اور بہت مشکل تھا ان حضرات نے مسلم لیگ میں ایک نئی روح پھونک دی تھی جس کا قائداعظم سمیت تمام زعماء لیگ کو کھلا اعتراف تھا اور یہ اعتراف حقیقت ان لوگوں کیلئے تازیانہ عبرت اور سرمہ بصیرت ہے جو پاکستان کی تحریک میں علماء دیوبند کے کردار کی نفی کرتے اور ان کی جدوجہد کو جھٹلاتے ہیں۔ (تحریک پاکستان اور علماء دیوبند ص ۲۲)

حضرت اقدس والدصاحب قدس سرہ کے اس تاریخی اور اہم مضمون سے واضح ہے کہ علماء دیوبند نے تحریک پاکستان میں نمایاں حصہ لیا اور بھرپور کردار ادا کیا اور یہ ایک حقیقت ہے کہ اگر یہ حضرات اس تحریک میں عملی حصہ نہ لیتے تو پاکستان کا معرض وجود میں آنا ناممکن تھا۔ لیکن آج اس بات کی اہم اور اشد ضرورت ہے کہ ہم نئی نسل اور جامعات ومدارس کے فضلاء کو اس بات سے روشناس کرائیں کہ قیام پاکستان کی تحریک میں علماء کرام بالخصوص علماء دیوبند نے کتنا اہم کردار ادا کیا ہے ہماری تاریخ کا نہایت افسوسناک پہلو یہ ہے کہ آج تک جتنی بھی تاریخی کتابیں ہمارے بچوں کو اسکول کالج یا دینی اداروں میں پڑھائی جاتی ہیں ان میں اکثر وبیشتر کتب ایسی ہیں جن میں ان عظیم ہستیوں کا اجمالی یا تفصیلی تذکرہ تو کیا نام تک نہیں لکھا گیا جس کے نتیجہ میں نئی نسل یہ سمجھنے پر مجبور ہے کہ علماء کرام نے قیام پاکستان کی تحریک میں کوئی اہم کردار ادا نہیں کیا۔

بلاشبہ اسلام پاکستان کے نام پر بنا اور اسی مقصد کیلئے مسلمانوں نے قربانیاں دیں لیکن افسوس کہ پورے طور پر ابتک ہم اس مقصد کو حاصل نہ کر سکے۔ اسلامی نظام کے نفاذ میں کوتاہی تو اظہر من الشمس ہے ہی جہاں تک ملک کے دوسرے مسائل ہیں ان کے اعتبار سے بھی بجائے ترقی کے ملک دن بدن پیچھے کی طرف جا رہا ہے اور حالات روز بروز بد سے بدتر ہو رہے ہیں کسی کی جان مال عزت تک محفوظ نہیں بجلی پانی کی قلت کی شکایت

اور اشیاء ضرورت کی ہوش ربا گرانی نے ایک عام شہری کی زندگی انتہائی تلخ کردی ہے۔ بدامنی کے حوالہ سے ملک کے حالات انتہائی ناگفتہ بہ ہیں دشمن عناصر ملک کے خلاف ہر روز نئی سے نئی سازشیں کرکے اسے کمزور کرتے چلے جارہے ہیں بے دینی کی وجہ سے عریانی اور فحاشی عام ہورہی ہے عجیب وغریب صورت حال ہے جس کی وجہ سے ہر شخص پریشان ہے ایسے حالات میں چھوٹے سے لے کر بڑے تک ہرایک کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے فرائض کو پورے طور پر ادا کرے ملک وملت کی حفاظت سلامتی اور ترقی کیلئے ہر ممکن کوشش ہر شہری اور ذمہ داران سلطنت کی اولین ذمہ داری ہونی چاہئے موجودہ حالات کے پیش نظر پاکستان مسائلستان بنتا جارہا ہے ان حالات کا تقاضا ہے کہ پورے نظام کو ہی تبدیل کیا جائے اور معاشرہ کی مکمل اصلاح کیلئے ذمہ دار افراد پوری کوشش فرماویں یہ مملکت چونکہ اسلام کے نام پر ہی معرض وجود میں آئی ہے اس لیے تمام مشکلات کا حل نفاذ اسلام ہی میں مضمر ہے فلہذا ارباب اقتدار کو صرف زبان نہیں بلکہ عملی طور پر نفاذ اسلام کے لیے اقدام کرنا چاہئے مسلمان بھی اپنی اجتماعی وانفرادی زندگی میں دین اسلام کے تمام شعبوں کے اپنانے کی کوشش کریں تمام منکرات سے اپنے آپ کو بچائیں اور دوسروں کو بچانے کی کوشش کریں اپنی تمام کوتاہیوں کی تلافی اور رجوع الی اللہ کے بغیر مسائل حل نہیں ہوسکتے اس لئے سب کو اس کا بھی اہتمام کرنا چاہئے یوم آزادی ہم سے کھیل تماشہ کا نہیں بلکہ اس عہد اور وعدہ کے ایفاء کا مطالبہ اور تقاضا کرتا ہے جو بناء پاکستان کے وقت مسلمانوں سے لیا گیا تھا اس لئے اس کارروائی کی بجائے چودہ اگست کو اپنے اعمال کے جائزہ اور محاسبہ کے بعد پوری قوم کو اپنی کوتاہیوں کی تلافی کرنی چاہئے واللہ الموفق والمعین۔

احقر عبدالقدوس ترمذی غفرلہ

۲۰؍ شعبان المعظم ۱۴۳۲ھ

مفتی سعید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

درس قرآن کریم

مثال میں کسی حقیر و ذلیل یا شرمناک چیز کا ذکر کرنا کوئی عیب نہیں

ان اللہ لا یستحی سے ثابت ہوا کہ کسی مفید مضمون کی توضیح میں کسی حقیر ذلیل یا شرمناک چیز کا ذکر کرنا نہ کوئی عیب و گناہ ہے اور نہ قائل کی عظمت شان کے منافی ہے۔ قرآن وسنت اور علماء سلف کے اقوال میں بکثرت ایسی مثالیں بھی مذکور ہیں جو عرفاً شرمناک سمجھی جاتی ہیں، مگر قرآن وسنت نے اس عرفی شرم وحیاء کی پرواہ کئے بغیر اصل مقصد پر نظر رکھ کر ان مثالوں سے اجتناب گوارا نہیں کیا۔

ینقضون عھداللہ سے ثابت ہوا کہ عہد و معاہدہ کی خلاف ورزی شدید گناہ ہے جس کا نتیجہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تو تمام نیکیوں سے محروم ہو جائے۔

تعلقات کے حقوق شرعیہ ادا کرنا واجب ہے اس کے خلاف کرنا گناہ عظیم

ویقطعون ماامراللہ بہ ان یوصل سے معلوم ہوا کہ جن تعلقات کو قائم رکھنے کا شریعت اسلام نے حکم دیا ہے ان کا قائم رکھنا ضروری اور قطع کرنا حرام ہے۔ غور کیا جائے تو دین و مذہب نام ہی ان حدود و قیود کا ہے جو حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کے لئے مقرر کی گئی ہیں۔ اور اس عالم کا اصلاح و فساد انہیں تعلقات کو درست رکھنے یا توڑنے پر موقوف ہے، اسی لیے ان تعلقات کے قطع کرنے کو یفسدون فی الارض کے الفاظ میں وجہ فساد عالم بتلایا ہے۔ اولٰئک ھم الخسرون میں خسارہ والا صرف اسی شخص کو قرار دیا ہے جو مذکورہ احکام کی خلاف ورزی کرے، اس میں اشارہ ہے کہ اصل خسارہ اور نقصان آخرت ہی کا ہے، دنیا کا خسارہ کوئی قابل توجہ چیز نہیں۔ (از معارف القرآن)

مولانا منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ تعالیٰ

درس حدیث

عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یخرج من النار من قال لاالٰہ الااللہ و کان فی قلبہ من الخیر مایزن شعیرۃ ثم یخرج من النار من قال لاالٰہ الااللہ و کان فی قلبہ من الخیر مایزن برۃ ثم یخرج من النار من قال لاالٰہ الااللہ و کان فی قلبہ من الخیر مایزن ذرۃ (رواہ البخاری و مسلم واللفظ لہ)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا دوزخ میں سے وہ سب لوگ نکال لیے جائیں گے جنہوں نے لاالٰہ الااللہ کہا اور ان کے دل میں جو کے دانے کے برابر بھی بھلائی تھی، پھر وہ لوگ بھی نکال لیے جائیں گے جنہوں نے لاالٰہ الااللہ کہا اور ان کے دل میں گیہوں کے دانے کے برابر بھی بھلائی تھی، اور اس کے بعد وہ لوگ بھی نکال لیے جائیں گے جنہوں نے لاالٰہ الااللہ کہا اور ان کے دل میں ذرہ برابر بھی بھلائی تھی۔

تشریح: جیسا کہ بعض احادیث سابقہ کی تشریح میں مفصل اور مدلل طور پر لکھا جاچکا ہے اسی طرح اس حدیث میں بھی لاالٰہ الااللہ کہنے سے مراد دین اسلام قبول کرنا اور اس کا اقرار کرنا ہے اور اس بنا پر حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اسلام کا کلمہ پڑھتے ہوں اور اپنے کو اسلام سے وابستہ کرتے ہوں اور ان کے دل میں ذرہ برابر خیر (یعنی نور ایمان) ہو تو وہ بالآخر دوزخ سے نکال ہی لیے جائیں گے۔ اس روایت میں تین جگہ خیر کا لفظ آیا ہے جس کا ترجمہ ہم نے بھلائی کیا ہے لیکن حضرت انس کی اسی حدیث کی ایک

دوسری روایت میں (جس کو امام بخاری نے بھی ذکر کیا ہے) بجائے خیر کے ایمان کا لفظ بھی آیا ہے جو اس بات کا صاف قرینہ ہے کہ یہاں خیر سے مراد نور ایمان ہی ہے۔

اس حدیث سے دو نہایت اہم باتیں جو اہل حق کے خاص اجماعی عقائد میں سے ہیں پوری صراحت اور صفائی کے ساتھ معلوم ہوجاتی ہیں:

ایک یہ کہ بہت سے لوگ کلمہ اسلام پڑھنے کے باوجود اپنی بداعمالیوں کے سبب دوزخ میں بھی ڈالے جائیں گے۔

اور دوسرے یہ کہ اگر ان کے دلوں میں خفیف سے خفیف اور ضعیف سے ضعیف حتی کہ (حدیث کی تصریح کے مطابق) ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا تو بالآخر وہ دوزخ سے نکال لیے جائیں گے یہ نہیں ہوسکتا کہ کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ درجے کا مومن بھی کافروں مشرکوں کی طرح ہمیشہ دوزخ میں رہے اگرچہ وہ اعمال کے لحاظ سے کیسا ہی فاسق وفاجر کیوں نہ ہو۔

اس مضمون کی حدیثیں صحیح بخاری اور صحیح مسلم ہی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے علاوہ حضرت ابوسعید خدری، حضرت جابر اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہیں اور حدیث کی دوسری کتابوں میں یہ مضمون ان حضرات کے علاوہ حضرت ابوبکر اور حضرت ابوموسیٰ وغیرہ متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کیا گیا ہے۔ بہرحال فن حدیث کی معرفت اور علوم حدیث میں بصیرت رکھنے والوں کے نزدیک یہ مضمون آنحضرت ﷺ سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے۔ بلکہ صحیحین میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی جو مفصل روایت ہے اس میں صراحت کے ساتھ یہ بھی مذکور ہے کہ جو گنہگار مسلمان دوزخ میں ڈالے جائیں گے ان کے حق میں نجات یافتہ مومنین اللہ تعالیٰ سے بڑے الحاح کے ساتھ عفو ودرگزر اور بخشش وکرم کی استدعاء کریں گے اور اللہ تعالیٰ ان کی اس استدعاء والتجاء کو قبول فرما کر انہیں کو اجازت دے دیں گے کہ جاؤ جس میں ایک دینار

برابر خیر بھی تمہیں نظر آئے اس کو نکال لو چنانچہ ایک کثیر تعداد ایسے لوگوں کی نکال لی جائے گی پھر ان کو اجازت دی جائے گی کہ جاؤ ایسے لوگوں کو بھی نکال لو جن میں نصف دینار کے برابر خیر بھی تمہیں نظر آئے۔

چنانچہ ایک بہت بڑی تعداد ایسے لوگوں کی بھی نکال لی جائے گی پھر حکم ہوگا کہ جاؤ ایسے لوگوں کو بھی نکال لو جن کے اندر ذرہ برابر خیر بھی تمہیں نظر آئے چنانچہ پھر بہت بڑی تعداد اس درجہ کے لوگوں کی بھی نکال لی جائے گی اور اس کے بعد یہ سفارش کرنے والے خود عرض کریں گے ربنالم نذر فیھاخیرًا (خداوندا اب دوزخ میں ہم نے کچھ بھی خیر رکھنے والا کوئی آدمی نہیں چھوڑا ہے)اس کے بعد حق تعالیٰ کا ارشاد ہوگا شفعة الملائکةوشفع النبیون وشفع المؤمنون ولم یبقی الاارحم الراحمین فیقبض قبضةًفیخرج منھاقومالم یعملواخیرًاقط (فرشتوں کی بھی سفارش ہو چکی اور نبیوں کی بھی سفارش اور مومنین کی بھی سفارش ہو چکی اور ان کی سفارشیں قبول بھی کی جاچکیں اور اب بس ارحم الراحمین ہی کی باری رہ گئی ہے پھر اللہ تعالیٰ خود اپنے مغفرت اور رحمت کے ہاتھ سے ایسے لوگوں کو بھی دوزخ سے نکال لیں گے جنہوں نے کبھی کوئی نیک عمل کیا ہی نہ ہوگا)۔

مرسلہ: محمد صدیق عفا اللہ عنہ

ملفوظات حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ

بقلم: حضرت مولانا حافظ ابرار الحق صاحب حقی تصحیح: مولانا محمد اسعد اللہ رامپوری قدس سرہما

○ فرمایا ایک بزرگ مولانا ابوالحسن صاحب لکھنوی نقشبندی تھے یہی شاہ غلام رسول صاحب ان سے بیعت ہونے کے لیے تشریف لے گئے چونکہ حضرات نقشبندیہ میں معمول ہے کہ بیعت سے قبل استخارہ کراتے ہیں اس لیے انہوں نے بھی شاہ صاحب سے فرمایا کہ استخارہ کرلیجئے۔ حضرت نے بطور جملہ معترضہ فرمایا کہ استخارہ میں ضروری چیز دو رکعت نماز اور دعائے استخارہ ہے باقی سونا اور خواب کا دیکھنا ہرگز شرط نہیں، یہ سب عوام نے تصنیف کر رکھا ہے ہاں یہ ممکن ہے کہ بعض اوقات استخارہ کا اثر خواب کی شکل میں بھی ظاہر ہوجاوے لیکن اس میں اشتراط بالکل نہیں۔ غرض شاہ صاحب یہ سن کر اٹھ گئے اور تھوڑی دیر میں واپس آکر عرض کیا کہ حضرت استخارہ کرلیا انہوں نے فرمایا کہ اتنی جلدی استخارہ کیسے کرلیا؟ وضو کب کیا، نماز کب پڑھی اور دعا کب مانگی؟۔

شاہ صاحب نے فرمایا کہ میں نے استخارہ اس طرح کیا ہے کہ میں نے نفس سے پوچھا کہ تو بیعت ہونا چاہتا ہے؟ بیعت کے معنی بکنے کے ہیں یعنی جو شخص کسی بزرگ سے بیعت ہوتا ہے وہ ان بزرگ کے ہاتھ گویا بک جاتا ہے ان کا ہوجاتا ہے وہ من وجہ اس کے مالک ہوجاتے ہیں وہ جو چاہیں تصرف کریں اس کو چوں وچرا کا حق نہیں رہتا اگر وہ کہیں کہ رات بھر جاگو اور آنکھیں پھوڑو تو ایسا ہی کرنا پڑے گا۔ اگر وہ کہیں کہ ایک حد تک نہ کھاؤ نہ پیو یا کہیں کہ کم کھاؤ اور کم پیو تو یہی کرنا ہوگا۔ تو اے نفس کیا مرید ہوکر اس درجہ کی اطاعت وغلامی کرنا پڑے گی تو آزاد ہوکر غلام بننے کی کیا ضرورت، نفس نے جواب دیا یہ سب کچھ سہی مگر خدا تو

ملے گا یہ نعمت تو ایسی ہے کہ اگر جان دینے پر بھی حاصل ہو تب بھی ارزاں اور بہت ارزاں ہے۔ میں نے نفس سے کہا اچھا اگر خدا نہ ملا تو کیا ہو گا کیونکہ خدا تعالیٰ کے ذمہ کسی کا قرض تو نہیں۔ اس نے جواب دیا کہ اگر خدا نہ ملا تو میری بدقسمتی ہوگی مگر ان کو یہ تو معلوم ہوگا کہ فلاں شخص نے اپنی طرف سے ہماری جستجو اور تلاش کی تھی مگر ہم نہیں ملے جیسا کہا گیا ہے۔

ہمینم بس کہ داند ماہرویم کہ من نیز از خریداران اویم

نفس کی اس تقریر پر کوئی سوال نہ ہو سکا لہٰذا میں چلا آیا ابوالحسن صاحب نے فرمایا کہ آپ کا استخارہ عجیب رہا اور بیعت کر لیا۔

○ فرمایا مبلغین کو صرف تبلیغ میں سرگرم رہنا چاہیے ثمرات و نتائج سے بالکل قطع نظر کرلیں جو کام اپنے کرنے کے ہیں اور اختیاری ہیں وہ کیے جائیں ثمرات چونکہ اختیاری نہیں ہیں اور نہ انسان ان کا مکلف ہے اس لیے ان کی طرف بالکل توجہ نہ کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں من اهتدى فلنفسه ومن ضل فانما يضل عليها وما انت عليهم بو كيل کہ جو ہدایت اختیار کرتا ہے اس کا نفع اسی کو ملے گا اور جو گمراہی اختیار کرتا ہے اس کا ضرر وہی اٹھائے گا اور آپ اے رسول لوگوں کے ہدایت کے ذمہ دار نہیں۔ دوسری جگہ ارشاد ہے انما انت نذير والله على كل شيء وكيل اے رسول اللہ! آپ کا کام تو انذار وتبلیغ ہے اور حقیقی کارساز تو خدا ہی ہے ایک جگہ فرماتے ہیں لست عليهم بمصيطر یعنی آپ خدائے عزوجل کی جانب سے ان پر مسلط نہیں کیے گئے کہ جن کی طرف مبعوث ہوئے ہیں ان کو ضرور مومن ہی بنائیں یہ آپ کے اختیار میں نہیں ہے۔ آپ کے اختیار میں صرف اس کی تبلیغ ہے کہ یہ کام مفید ہیں اور یہ مضر اس قسم کی آیات اور احادیث بہت ہیں ان سب کا یہی مطلب ہے کہ نتائج انسان کے قبضہ وقدرت میں نہیں نہ انسان ان کا مکلف ہے۔ انسان کو تو صرف کوشش کرنا چاہیے اور ثمرات کا معاملہ خدا کے سپرد کر دینا چاہیے۔

حضرت مفتی سید عبدالکریم گمتھلوی رحمہ اللہ

ماہ رمضان المبارک کے فضائل واحکام

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شعبان کے آخری روز رسول اللہ ﷺ نے خطبہ میں فرمایا (غالباً اخیر تاریخ کو جمعہ واقع ہوا ہوگا یا جمعہ نہ ہوگا تو ویسے ہی وعظ فرمایا ہوگا) اے لوگو! تحقیق سایہ ڈالا تم پر ایک بڑے مہینے نے، برکت والے مہینے نے، وہ ایسا مہینہ ہے کہ اس میں ایک رات ایسی (آتی) ہے جو کہ ہزار مہینے سے بڑھ کر ہے (یعنی لیلۃ القدر) اللہ تعالیٰ نے اس (ماہ) کے روزے فرض کئے اور رات کا قیام تطوع قرار دیا (تطوع کا لفظ کبھی سنت مؤکدہ پر بھی بولا جاتا ہے چنانچہ یہاں سنت مؤکدہ ہی مراد ہے کیونکہ تراویح کا سنت مؤکدہ ہونا ثابت ہے جیسا کہ تراویح کے بیان میں آئے گا) جس نے اس (ماہ) میں کوئی نیک خصلت (از قبیل نوافل) ادا کی وہ اس کے مانند ہوتا ہے جس نے رمضان کے سوا (کسی دوسرے ماہ) میں فرض ادا کیا ہو اور جس نے اس ماہ میں فرض ادا کیا وہ ایسا ہوتا ہے جیسا کہ اور دنوں میں ستر فرض ادا کئے ہوں اور وہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر ایسی چیز ہے کہ اس کا بدلہ جنت ہے اور غمخواری کا مہینہ ہے (کہ اس میں فقراء کی زیادہ غمخواری کی جاتی ہے) اور ایسا مہینہ ہے کہ اس میں مومن کا رزق زیادہ کیا جاتا ہے جس میں اس نے روزہ دار کو افطار کرایا اس کو گناہوں سے بخشش اور دوزخ کی آگ سے نجات حاصل ہوتی ہے اور اس کو روزہ دار کے برابر ثواب ملتا ہے، بدوں اس کے کہ روزہ دار کے ثواب میں کوئی کمی کی جاوے۔

ہم نے عرض کیا اے رسول اللہ ﷺ ہم میں ہر شخص ایسا نہیں جو روزہ دار کو افطار کرانے کی مقدور رکھتا ہو، آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ ثواب تو اللہ تعالیٰ اس کو

عطا فرماتا ہے جوکہ روزہ دار کو دودھ کی ایک گھونٹ یا ایک کھجور یا ایک پانی کا گھونٹ (وغیرہ) سے افطار کرادے اور جو شخص روزہ دار کو پیٹ بھر کھانا کھلاوے اس کو اللہ تعالیٰ میرے حوض (یعنی حوض کوثر) سے سیراب کرے گا کہ پھر اس کو جنت میں داخل ہونے تک پیاس ہی نہ لگے گی (اور یہ معلوم ہی ہے کہ جنت میں پیاس نہیں ہوا نکہ لا تظمأ فیہا) پس پیاس سے ہمیشہ کیلئے بے فکری ہوجاتی ہے ، حق تعالیٰ ہم سب کو یہ دولت لازوال نصیب فرماوے ، آمین ثم آمین ۔

اور وہ ایسا مہینہ ہے کہ اس کا اول (حصہ) یعنی عشرۂ اولیٰ رحمت ہے اور درمیان اس کا مغفرت ہے اور اخیر حصہ اس کا آگ سے آزادی ہے اور جس نے اپنے باندی غلام سے بوجھ ہلکا کیا اس ماہ میں اس کو اللہ تعالیٰ بخش دیتا ہے اور (دوزخ کی) آگ سے آزاد کر دیتا ہے ۔ (بیہقی)

اور ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ تمہارے پاس رمضان آگیا ہے ، مبارک مہینہ ، اللہ تعالیٰ نے اس کے روزے تم پر فرض کئے ہیں ، اس میں آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کردیے جاتے ہیں اور سرکش شیطانوں کو طوق پہنائے جاتے ہیں ، اللہ کی (بنائی ہوئی) اس میں ایک رات ہے جو ہزار ماہ سے بہتر ہے جو شخص اس رات کی خیر (وبرکت) سے محروم رہا وہ بالکل ہی محروم رہا ۔

ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے (جب کہ رمضان شروع ہوچکا تھا) بے شک یہ مہینہ آیا تمہارے پاس اور اس میں ایک رات ہے جو ہزار ماہ سے بہتر ہے جو اس سے محروم رہا پس وہ سب بھلائیوں سے محروم رہا اور نہیں محروم ہوتا اس سے کوئی مگر ہر بے نصیب (ابن ماجہ) ارشاد فرمایا حق تعالیٰ شانہ نے اے مومنو فرض کئے گئے تم پر روزے جیسا کہ فرض کئے گئے تھے تم سے پہلے لوگوں پر تاکہ تم بچو (گناہوں سے اور دوزخ کی آگ سے)

روزے کے فضائل وآداب

ارشادفرمایارسول اللہ ﷺ نے جب ماہ رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے توقید کردیے جاتے ہیں شیطان اور سرکش جنات، اوردوزخ کے دروازے بندکردیے جاتے ہیں ، پس نہیں کھولاجاتاان میں سے کوئی دروازہ (پورے مہینہ تک) اورجنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں ، پس ان میں سے کوئی دروازہ بند نہیں کیاجاتااورپکارتا ہے پکارنے والا: اے خیرکے طلبگارآگے بڑھ اوراے برائی کاارادہ کرنے والے رک جااورخداکے ہاں بہت سے لوگ (برکت ماہ رمضان) دوزخ سے آزاد کئے ہوئے ہیں اوریہ (ندااورپکار)ہررات ہوتی ہے (ترمذی وابن ماجہ واحمد)

اورارشادفرمایاآنحضرت ﷺ نے کہ بنی آدم کاہرعمل بڑھایاجاتاہے (اس طرح کہ)ایک نیکی دس گناہوتی ہے سات سوگنا تک ،فرمایااللہ تعالیٰ نے مگرروزہ کہ وہ میرے لئے ہے اورمیں خوداس کی جزا دوں گا چھوڑتاہے (روزہ دار) اپنی خواہش کواوراپنے کھانے (پینے)کومیری وجہ سے، روزہ دارکے واسطے دوخوشیاں ہیں ، ایک خوشی افطارکے وقت ہوتی ہے اورایک خوشی اپنے رب سے ملنے کے وقت ہوگی اور بالضروروزہ دار کے منہ کی بواللہ کے نزدیک مشک سے زیادہ اچھی ہے (اس سے یہ خیال نہ کیاجائے کہ پھرمسواک کرنااچھانہ ہوگاکیونکہ مسواک کے بعدبھی وہ بوجوخلومعدہ کے باعث آتی ہے زائل نہیں ہوتی مسواک سے توفقط دانتوں کی بدبودورہوجاتی ہے) اورروزہ ڈھال ہے (دوزخ سے) اورجب تم میں سے کسی کے روزے کادن ہوتواس کوچاہئے کہ نہ فحش بات کہے اورنہ بے ہودہ چلائے ، پس اگرکوئی اس کوبراکہے یااس سے کوئی جھگڑاکرنے لگے تو کہہ دے کہ میں روزہ دارہوں (متفق علیہ) اوررسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا ہے کہ جس شخص نے (روزہ رکھ کربھی) بےجابات کہنااوراس پرعمل کرنانہیں چھوڑا،اللہ

تعالیٰ کو اس کے کھانے اور پینے کو چھوڑنے کی حاجت نہیں ہے (یعنی اس روزہ کو قبول نہیں کرتا) (بخاری) نیز ارشاد فرمایا کہ سحری کھایا کرو کیونکہ سحری میں برکت ہے (متفق علیہ) اور نیز ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی افطار کرے تو اس کو چاہئے کہ کھجور سے افطار کرے کیونکہ وہ برکت (کا سبب) ہے۔ پس اگر کسی شخص کو کھجور نہ ملے تو اس کو چاہئے کہ پانی پر افطار کرے کیونکہ وہ پاک کرنے والا ہے (ترمذی)

افطار کے وقت کی دعا

اور آنحضرت ﷺ جب افطار فرماتے تو یہ دعا پڑھتے اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ یعنی اے اللہ میں نے تیرے لئے روزہ رکھا اور تیرے رزق پر افطار کیا۔ اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے ذَھَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُاِنْ شَاءَاللّٰہ تَعَالٰی یعنی پیاس گئی اور رگیں تر ہوئیں اور اجر ثابت ہو گیا اگر خدا نے چاہا (ابوداؤد)

تراویح اور تلاوت قرآن شریف

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے رمضان کا روزہ فرض کیا ہے اور میں نے اس (کی راتوں) کا جاگنا (یعنی تراویح پڑھنا) مسنون کیا ہے۔ پس جس شخص نے صرف ایمان اور طلب ثواب کی وجہ سے اس کے روزے رکھے اور اس (کی راتوں) میں (تراویح کے واسطے) قیام کیا وہ گناہوں سے ایسا نکل جاتا ہے جیسا کہ اس دن تھا جس دن اس کو اس کی ماں نے جنا تھا (عین ترغیب عن النسائی) اور نیز ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے رمضان کے روزے رکھے ایمان اور طلب ثواب کی وجہ سے بخش دیے گئے اس کے گذشتہ گناہ اور جس نے رمضان میں قیام کیا (یعنی تراویح پڑھی) ایمان اور طلب ثواب کی وجہ سے اس کے (بھی) گذشتہ گناہ بخش دیے گئے اور جس شخص نے

ایمان اور طلب ثواب کی وجہ سے لیلۃ القدر کو شب بیداری کی اس کے (بھی) گذشتہ گناہ بخش دیئے گئے (متفق علیہ)

اور ارشاد فرمایا رسول خدا ﷺ نے کہ روزہ اور قرآن بندے کی شفاعت کریں گے، روزہ کہے گا اے میرے رب! میں نے اس کو کھانے سے اور خواہشوں سے دن بھر روکا پس اس کیلئے میری شفاعت قبول فرما اور قرآن شریف کہے گا میں نے اس کو رات میں سونے سے روکا پس اس کے بارے میں میری شفاعت قبول فرما، پس دونوں کی شفاعت قبول ہوجائے گی (بیہقی)

اور ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ بہت روزہ دار ایسے ہیں کہ ان کو روزے سے پیاس کے سوا کچھ حاصل نہیں اور بہت شب بیدار ایسے ہیں کہ ان کو بے خوابی کے سوا کچھ حاصل نہیں (دارمی) جو لوگ روزہ کے اور شب بیداری کے حقوق ادا نہیں کرتے اس حدیث شریف سے ان کو سبق حاصل کرنا چاہئے۔

اور ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ کوئی نمازی نہیں مگر ایک فرشتہ اس کے دائیں ہے اور ایک بائیں ہے پس اگر وہ شخص نماز کو پورا کردیتا ہے تو وہ دونوں اس کو لے کر (آسمان پر) چڑھ جاتے ہیں اور اگر اس کو پورا نہ کیا تو اس نماز کو اس کے منہ پر مارتے ہیں (روزہ وغیرہ کا بھی اسی طرح حال ہوتا ہوگا) (ترغیب عن الاصبہانی)

آنحضرت ﷺ سے قول خداوندی ورتل القرآن ترتیلا کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اس کو خوب صاف صاف پڑھو اور کھجوروں کی طرح اس کو منتشر نہ کرو اور نہ شعر کی طرح جلدی پڑھو، اس کے عجائب میں ٹھہر کر غور کرو اور اس کے ساتھ دلوں کو متاثر کرو اور تم میں سے کوئی شخص (بلا سوچے سمجھے) آخر سورت (تک پہنچنے) کا ارادہ نہ کرے (الدر المنثور عن العسکری فی المواعظ عن علی رضی اللہ عنہ)

اور حق تعالیٰ شانہ نے ارشادفرمایا ہے (اے کپڑوں میں لپٹنے والے نبی) رات کو کھڑے رہا کرو مگر تھوڑی سی رات یعنی آدھی رات یا اس سے کچھ کم کر دیجئے یا کچھ زیادہ کر دیجئے اور قرآن خوب صاف صاف پڑھا کرو (اس حدیث شریف اور آیت مبارک پر ان لوگوں کو خاص طور سے خیال کرنا چاہئے جو تراویح میں قرآن شریف بے حد تیزی سے پڑھنے کو فخر سمجھتے ہیں)۔

شب قدر اور اعتکاف

ارشادفرمایا حق تعالیٰ شانہ نے اور نہ مباشرت کرو (یعنی بدن بھی نہ ملنے دو) عورتوں سے جس زمانہ میں کہ تم معتکف ہو مسجد میں (اعتکاف کرنا بھی سنت ہے)خاص کر عشرہ اخیرہ میں تو ہر بستی میں (خواہ وہ شہر ہو یا گاؤں) کم ازکم ایک شخص کا اعتکاف میں بیٹھنا سنت مؤکدہ ہے ، اگر بستی بھر میں کوئی بھی نہ بیٹھے تو سب کو ترک سنت کا گناہ ہوگا، جس طرح جنازہ کی نماز ان مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے جن کو اطلاع ہو اسی طرح ہر شہر اور گاؤں پر عشرہ اخیرہ کا اعتکاف سنت کفایہ ہے ۔ نیز ارشادفرمایا حق تعالیٰ شانہ نے کہ لیلۃ القدر بہتر ہے ہزار ماہ سے اور آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایاکہ جس شخص نے قیام کیا شب قدر میں ایمان اور طلب ثواب کی وجہ سے بخش دیے گئے اس کے گذشتہ گناہ (متفق علیہ) ونیز ارشادفرمایاکہ رمضان میں ایک رات ہے جو ہزار ماہ سے بہتر ہے جو اس کی خیر سے محروم رہا وہ بالکل ہی محروم رہا (احمدونسائی)

اور سعید بن المسیب نے فرمایاکہ جو شخص شب قدر کو عشاء کی جماعت میں حاضر ہوگیا اس نے اس میں سے حصہ پالیا (اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث شریف میں محروم ہونے والے سے وہ مراد ہے جو اس روز جماعت میں بھی شامل نہ ہوا ہو) اس سے بڑھ کر کیا آسانی ہوگی (موطاامام مالک)

اور ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جب شب قدر ہوتی ہے تو جبرائیل علیہ السلام فرشتوں کی ایک جماعت سمیت نازل ہوتے ہیں اور ہر اس شخص کیلئے دعا کرتے ہیں جو کھڑے یا بیٹھے اللہ کا ذکر کر رہا ہو اور امام مالکؒ نے کسی معتبر عالم سے روایت کی ہے کہ وہ یوں فرماتے تھے کہ آنحضرت ﷺ کو پہلے لوگوں کی عمریں یا ان میں سے جتنی خدا نے چاہا دکھلائی گئیں، پس گویا آپ ﷺ نے اپنی امت کو اتنے اعمال سے قاصر خیال فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے ایک رات یعنی لیلۃ القدر آپ ﷺ کو عطا فرمادی جو ہزار مہینے سے بہتر ہے

اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا معتکف کے بارے میں کہ وہ گناہوں سے بچتا ہے اور اس کیلئے نیک عمل (یعنی جن سے اعتکاف مانع ہو مثل عیادت وغیرہ) جاری کئے جاتے ہیں جیسا کہ ان اعمال کے کرنے والے کو ثواب ملتا ہے (ایسا ہی معتکف کو بھی ملتا ہے) اور رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے رمضان میں دس روز کا اعتکاف کیا وہ اعتکاف دو حج اور دو عمرے کے مانند ہے (ترغیب عن البیہقی) اور ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ تلاش کرو تم شب قدر کو اخیر عشرہ میں رمضان کے (بخاری)

اور آنحضرت ﷺ کی عادت مبارک تھی کہ جب عشرۂ اخیرہ داخل ہوتا تو کمر مضبوط باندھ لیتے (یعنی عبادت کا بہت زیادہ اہتمام کرتے) اور شب بیداری کرتے اور اپنے گھر والوں (یعنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اور صاحبزادیوں کو جگاتے) (متفق علیہ)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا اے رسول اللہ ﷺ اگر مجھے (کسی طرح) شب قدر معلوم ہو جائے کہ فلاں رات میں ہے تو میں اس میں کیا کہوں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اَللّٰہُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ کہو، یعنی اے اللہ! تو معاف کرنے والا ہے معاف کرنے کو پسند رکھتا ہے پس میرے گناہ معاف فرمادے۔

اور آنحضرت ﷺ سے سوال کیا گیا لیلۃ القدر کے بارے میں، تو آپ ﷺ

ارشاد فرمایا کہ وہ ہر رمضان میں ہوتی ہے (ابوداؤد) اور حق تعالیٰ شانہ نے ارشاد فرمایا ہے قسم ہے فجر کی اور دس راتوں کی اور جفت کی اور طاق کی اور رات کی جب وہ چلے۔

فائدہ: یہاں دس راتوں سے مراد عشرۂ اخیرہ کی دس رات ہیں (کما فسرہ ابن عباس کذا فی الدر المنثور) (پس ان کی قسم کھانے سے بڑی فضیلت معلوم ہوتی)

فقیہ العصر مفتی سید عبد الشکور ترمذی نور اللہ مرقدہ

قرآن کریم کی عظیم تاثیر

الحمدللہ الرحیم الرحمن،علم القرآن،خلق الانسان وعلمہ البیان،وانزل علیہ ماھو شفاء،ورحمۃ لاھل الایمان نحمدہ علیٰ ماھدانا لھذاوماکنالنھتدی لولاان ھدانااللہ والصلاۃ والسلام علیٰ من بعث لمعالم التنزیل معلما،ولمدارک التاویل متمماالیٰ من روح المعانی وبیان القرآن ،ماھو کشاف بمعضلات الفرقان سیدنا محمد افضل الخلق وسیدالرسل حبیب اللہ ومصطفاہ،وعلیٰ آلہ واصحابہ الذین حمواحماہ و کشفواعنہ دجاہ ورضی اللہ عن التابعین لھم باحسان

حمدوصلاۃ کے بعدسب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے اس احسان پرلامتناہی شکر واجب ہے کہ اس نے ہمیں قرآن کریم کی اس بابرکت محفل عظیم میں حاضری اور شرکت کی سعادت سے مشرف فرمایا۔اللہ تعالیٰ اس حاضری اورشرکت کواپنی رضا وخوشنودی کاسبب بناکراپنی قبولیت سے نوازیں اورہم سب کوقرآن کریم کی رحمت کے دامن اوراس کے سایہ میں زندگی گزارنے کی توفیق عطافرمائیں۔آمین۔

قرآن کریم اپنی فصاحت وبلاغت اوراعجازمیں تمام کتب سماویہ میں بے مثل اوریکتاہے اس کامثل کوئی کلام نہیں ہے۔ارشادخداوندی ہے:قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یأتوبمثل ھذاالقرآن لایأتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا(پ۱۵)

یہ قرآن کریم جوکم وبیش تیئس برس میں بواسطہ جبریل علیہ السلام بارگاہ خداوندی

سے نبی کریم ﷺ کے قلب اطہر پر نازل کیا گیا: نزل به الروح الامين على قلبك لتكون من المنذرين (پ۱۹)

یہ کتاب کریم اپنے طریقہ نزول میں بھی انبیاء سابقین علیہم الصلاۃ والسلام کے آسمانی کتابوں کے نزول میں ممتاز ہے پہلی کتابوں کے نزول کا طریقہ رہ چکا تھا کہ نبی مرسل علیہ الصلاۃ والسلام کو جملہ واحدہ ایک ہی دفعہ عطا کردی جاتی تھیں اسی لئے کفار اس کے طریقہ نزول پر بھی اعتراض کرتے تھے: وقال الذين كفروا لولا نزل عليه القرآن جملة واحدة (پ۱۹)

احادیث کے تتبع سے واضح ہوجاتا ہے کہ جملہ مستقلہ یا آیت تامہ اور سورۃ کاملہ پر ہی نزول کا مدار نہ تھا بلکہ کبھی کبھی جملہ غیر مستقلہ بھی نازل ہوا ہے جیسے ''غير اولي الضرر'' کا نزول۔

قرآن کریم اپنے اندر وہ اثر رکھتا ہے کہ سننے والے کو بے ساختہ اس کے بے مثال کلام خداوندی ہونے کا اقرار کرنا پڑتا ہے۔ جیسا کہ لبید شاعر سورۃ کوثر کو دیکھ کر بے ساختہ بول اٹھے ''ليس هذا من كلام البشر'' اس کلام الہٰی میں وہ مقناطیسی اثر اور جذب ہے ایسے بے شمار واقعات قرون خیر میں ملتے ہیں جن سے اس جبروتی کلام کے اثر کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

نزول کے وقت کی تاثیر

ایک طرف تو سرور کائنات علیہ الف الف صلاۃ وتحیات کی جلالت قدر اور رفعت شان کو اپنے متخیلہ میں متمثل کرو اور یقین کرلو کہ ع بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر (خداتعالیٰ کے بعد آپ ہی بزرگ ہیں) یہ مختصر جملہ دریا بکوزہ کا مصداق اور آنحضرت ﷺ کے اعلیٰ مرتبہ کا صحیح تعارف ہے۔

اس جلالت اور عظمت شان کو سامنے رکھو پھر اس وقت کو دیکھو جس میں سرورعالم ﷺ پر اس قادر و جبار و قہار کے پرہیبت کلام کا نزول ہوتا تھا۔

صحیح روایات سے اس پرہیبت کلام کی تاثیر کا یہ حال ثابت ہوتا ہے کہ ایسی سخت سردی میں بھی جس میں سردی سے بچاؤ کیلئے گرم کپڑا اوڑھے ہوتے تھے اگر وحی کا نزول شروع ہوجاتا تھا تو وحی کے ختم کے بعد دیکھا جاتا تھا کہ آپ اپنی مبارک پیشانی سے پسینہ خشک کر رہے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اس بے مثل کلام کی تاثیر کے واقعات کا تو شمار واحصاء ممکن نہیں لاتعدولاتحصیٰ واقعات ملتے ہیں جن سے اس کلام ربانی کی تاثیر کا ظہور صاف طور پر عیاں ہے اس سے بھی بڑھ کر کفار تک پر اس کے اعجاز کا ظہور اکثر واقعات سے ہوتا ہے۔

حضرت جبیر بن مطعم اب تک اسلام کی دولت سے مشرف نہیں ہوئے تھے، غزوہ بدر میں جو کفار قید ہو کر مدینہ منورہ میں لائے گئے تھے ان کے بارے میں گفتگو کرنے کیلئے جو وفد اہل مکہ نے آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں بھیجا تھا اس وفد میں یہ بھی شامل تھے یہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ مغرب کی نماز میں سورۃ طور تلاوت فرما رہے تھے میں سن رہا تھا جب آپ ﷺ ''ام خلقوامن غیرشیٔ ام هم الخالقون'' پر پہنچے تو میرے دل پر اتنا اثر ہوا کہ دل بے قابو ہونے لگا ''کادقلبی ان یطیر'' قریب تھا کہ دل اڑنے لگے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام کا واقعہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام کا واقعہ مشہور ہے اس میں غور کیا جائے تو ثابت ہوگا کہ دوسرے عوامل کے ساتھ قرآن کریم کی اعجازی تاثیر کا بھی اس میں بہت بڑا

دخل تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بہن حضرت فاطمہ حضرت سعید بن زید بن عمر عدوی کے نکاح میں تھیں اور بتوفیق ایزدی دونوں خفیہ طور پر مسلمان ہو چکے تھے۔ حضرت خباب بن الارت حضرت سعید بن زید کے پاس تشریف لاتے اور ان کو قرآن پاک کی تعلیم دیتے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ تلوار بارادۂ قتل نبی ﷺ لے کر چلے اتفاقاً راستہ میں نعیم بن عبداللہ سے ملاقات ہوگئی جو خفیہ مسلمان ہو چکے تھے انہوں نے ان کو سمجھایا اور کہا کہ اپنے گھر کی تو خبر لو پھر کسی دوسرے سے تعرض کرنا تمھارے چچازاد بھائی اور بہنوئی سعید بن زید اور تمھاری بہن فاطمہ دونوں مسلمان ہو چکے ہیں۔ حضرت عمر فوراً ہی اپنی بہن کے گھر روانہ ہو گئے اور ایسے وقت وہاں پہنچے کہ خباب بن الارت فاطمہ اور سعید بن زید کو قرآن کی تعلیم کر رہے تھے حضرت عمر قرآن کی آواز سن چکے تھے اس لئے دریافت کیا کہ یہ آواز کیسی تھی؟ وہ کاغذ دکھایئے جو تم لوگ ابھی پڑھ رہے تھے تاکہ میں بھی غور کروں کہ محمد ﷺ کیا کہتے ہیں۔ حضرت فاطمہ کے کہنے پر حضرت عمر نے غسل کیا اور قرآنی اوراق لے کر پڑھنا شروع کیا سورۃ طہٰ کی چند آیتیں اس میں تحریر تھیں دو ایک آیتیں پڑھ کر ہی زبان سے نکل گیا ''کس قدر عمدہ اور رووقار والا کلام ہے''۔

حضرت خباب اس وقت تک حضرت عمر کے خوف سے مکان میں مخفی تھے ان الفاظ کو سن کر حضرت عمر کے سامنے تشریف لے آئے اور فرمانے لگے کہ اے عمر مجھے یقین ہے کہ نبی ﷺ کی دعا تمھارے بارے میں مقبول ہوگی میں نے کل حضور ﷺ کو یہ دعا مانگتے ہوئے سنا تھا کہ اے اللہ اسلام کو عمر بن خطاب یا ابوالحکم بن ہشام کو مسلمان کر کے تقویت عطا فرما۔ حضرت عمر یہ سن کر حضرت خباب کی ہمراہی میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسلمان ہو گئے یہ ہے مختصر واقعہ حضرت عمر کے اسلام کا جس کی تفصیل ہم نے ترک کر دی ہے۔

اس مختصر واقعہ کو معلوم کرنے کے بعد معلوم ہوگا کہ فاروق اعظم کے دل میں نبی کا اس قدر بغض تھا اور وہ بارادۂ قتل نبی ﷺ جارہے تھے کہ راستہ میں بہن اور بہنوئی کے اسلام کی خبر سنی تو ان کے قتل کا بھی ارادہ ہوگیا۔ بہن کے گھر پہنچے تو کچھ پڑھنے کی آواز آئی۔

عمر کا کفر اس وقت بے گناہ بہن اور بہنوئی کے قتل کے ارادے سے سختی اور زیادتی پر تھا اور ایک اولوالعزم نبی بلکہ سیدالرسل کے قتل کا مصمم ارادہ بھی کئے ہوئے تھے۔ اس حالت میں حضرت عمر کو دولت اسلام سے معمور کیا گیا۔ تو یہ عجیب کرشمہ اس قرآن کریم کا ہی تھا جس کی آواز بہن کے مکان میں داخل ہونے سے پہلے ہی سن لی تھی اس کے بعد بچشم خود سورۃ طٰہٰ کی چند آیات کریمہ کو ملاحظہ کیا اور ان کا اثر دل پر ہوا تو ظاہر ہے کہ سبب قریب اسلام کا ان آیات کریمہ کی تاثیر کو ہی کہا جائے گا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی قراءت کی تاثیر

آپ نے کفار مکہ کی اذیتوں سے تنگ آکر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر ہجرت کی اجازت مانگی اور باجازت حضور ﷺ مکہ معظمہ سے تشریف لے چلے ایک یا دو منزل طے کر چکے تھے کہ مکہ کا ایک سردار ابن الاغنہ نامی ملا اس کے دریافت کرنے پر حضرت ابوبکر نے ایک موثر تقریر کی اس تقریر سے ابن الاغنہ پر اثر ہوا اور کہنے لگا وہ قوم مدبر قوم نہیں ہے جس میں تم سا مجمع فضائل نکل جائے میرے ساتھ واپس چلو تم میری پناہ میں ہو۔ زیارت نبی ﷺ کے شوق میں فوراً واپس اس کے ساتھ آگئے۔ مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے بعد ابن الاغنہ نے قریش کے مجمع عام میں اعلان کر دیا کہ ابوبکر کو میں نے پناہ دے دی ہے اب کوئی شخص ان سے بدسلوکی نہ کرے۔ حضرت ابوبکر باآرام واطمینان اپنے گھر میں رہنے لگے۔

حضرت ابوبکر نے اپنے مکان کے سامنے ایک جگہ نماز کیلئے بنا رکھی تھی نماز اکثر وہاں ہی پڑھا کرتے تھے۔ بعد نماز تلاوت قرآن کیا کرتے تھے۔ نظم قرآنی کی کشش تھی کہ قریش کفار کے بچے، غلام، ان کی عورتیں سب جمع ہوکر قرآن پاک کو سننے لگتے تھے۔

کفار مکہ کے چیدہ اور منتخب سردار ابن الاغنہ کے پاس گئے اور کہا کہ ابوبکر جب نماز پڑھتا ہے اور قرآن پڑھتا ہے ہمارے بچے اور عورتیں ہمارے غلام اس کے پاس جمع ہوجاتے ہیں، ہم کو خوف ہے کہ اس قرآن کے سننے کا وہ اثر ہوگا کہ بغیر کسی تفہیم و تبلیغ کے سیل عظیم کی طرح اسلام اطراف عالم میں پھیل جائے گا۔ آپ ابوبکر سے فہائش کریں کہ وہ اپنے گھر کے اندر جو چاہیں کریں نماز پڑھیں یا تلاوت کریں لیکن باہر نکل کر قرآن کے الفاظ ہمارے بال بچوں کے کان میں نہ ڈالیں۔

ابن الاغنہ کی سمجھ میں بھی یہ بات آگئی اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آکر کہنے لگا کہ میں نے تم کو اپنی پناہ میں صرف اس لئے لیا تھا کہ تم کو تکلیف نہ پہنچے اور پناہ میں لینے کا یہ مطلب نہ تھا کہ تم قریش کو تکلیف پہنچاؤ جس جگہ تم نماز پڑھتے اور تلاوت کرتے ہو قریش تمہارے ان کاموں کیلئے اس جگہ کو اپنے لئے مضر سمجھتے ہیں اس لئے مناسب ہے کہ تم اپنے گھر کے اندر اس قسم کے تمام امور آزادی کے ساتھ انجام دیا کرو۔

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا یہ ضروری ہے کہ میں عبادت خداوندی گھر کے اندر کیا کروں یا اس کا بھی اختیار ہے کہ میں تمہاری پناہ سے نکل جاؤں؟ ابن الاغنہ بولا کہ بے شک تم کو ان میں سے کسی ایک کو اختیار کرنا ہوگا۔ حضرت ابوبکر نے دوسری شرط کو منظور کیا، ابن الاغنہ واپس آگیا اور قریش کے مجمع میں اعلان کر دیا کہ ابوبکر اب میری پناہ میں نہیں ہے۔

اس واقعہ کو غور سے پڑھو حضرت ابوبکر عورتوں اور بچوں کو اسلام کی تبلیغ نہیں

کرتے تھے ان کے الہ باطلہ کو سب وشتم نہ کرتے تھے صرف قرآن کریم کی تلاوت کرتے تھے جس سے کفار قریش کو یہ یقین ہوگیا کہ نظم قرآنی ان کے دلوں میں ضرور اثر کرے گی۔ بچے اور عورتیں قرآن کو ثواب سمجھ کر نہیں سنتے تھے ان کے نزدیک یہ بھی ایک تماشہ تھا اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ قرآنی نظم صرف اس وقت میں ہی قلب پر اپنا حیرت انگیز اثر نہیں کرتی کہ کوئی اس کا معتقد ہو کر اس کو سنے اس کے معانی پر غور کرے۔ بلکہ قرآن پاک کی یہ عبارت کانوں میں پڑتے ہی اپنا اثر دکھلاتی ہے سننے والا خواہ کسی نیت سے سن رہا ہو اثر ضرور ہوگا۔ کفار مکہ کو یہ خوف تھا کہ ہماری عورتیں ہمارے غلام جنہوں نے توحید ورسالت کا نام بھی نہیں سنا صرف قرآن سننے کی وجہ سے مسلمان ہوجائیں گے۔ کیا اب بھی اس میں کسی قسم کا کوئی عاقل شک کرسکتا ہے کہ تاثیر قرآن کسی شرط کی محتاج ہے۔

طفیل بن عمرو الدوسی کا واقعہ

یہ اپنی قوم کے سردار تھے اور مشہور شاعر بھی تھے بارادۂ حج مکہ تشریف لائے جب اس نے مکہ میں داخل ہونے کا ارادہ کیا تو اس شخص نے جس کو اس غرض کیلئے راستہ پر بٹھلایا گیا تھا کہ وہ حضرت ﷺ سے لوگوں کو دور رکھنے اور نفرت دلانے کی کوشش کرے تو اس نے طفیل کو بھی خوب نفرت دلانے کی کوشش کی اور اس نے اپنے دل میں عہد کرلیا کہ حضرت ﷺ کی صورت دیکھنا تو درکنار ان کی بات بھی نہ سنوں گا۔ خانہ کعبہ کے طواف کے وقت ان کو دشواری پیش آئی کیونکہ آپ اکثر اوقات خانہ کعبہ ہی کے پاس تشریف رکھتے تھے۔ سوچ کر یہ صورت اختیار کی کہ اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لی تاکہ کسی کی کوئی بات سننے میں نہ آئے۔ مسجد حرام میں داخل ہوتے ہی ایک نورانی صورت پر نظر پڑی سمجھ گئے کہ یہ وہی صورت ہوگی جس کی نسبت مجھ سے بیان کیا گیا ہے اس کی بات کا اثر جادو سے کم نہیں ہے فوراً نظر نیچی کرلی اب آنکھیں تو نیچے جھکائیں اور کانوں میں روئی پہلے سے

بھری ہوئی تھی نہ آنکھوں سے ادھر ادھر دیکھتے ہیں کہ حضور ﷺ کے چہرہ پر نظر نہ پڑ جائے مسجد حرام میں پہنچ کر یہ طواف میں مشغول ہوئے اور آنحضرت ﷺ نے لوگوں کو اپنا دعا سنا کر نماز شروع کر دی یہ طواف کرتے ہوئے اس جگہ کے کچھ قریب ہوئے کہ جس جگہ حضرت سرورعالم ﷺ نماز پڑھ رہے تھے آپ قراءت جہر کے ساتھ کر رہے تھے اس لئے باوجود کانوں میں روئی ہونے کے کچھ آواز ان کے کان میں ضرور آتی تھی اس آواز ہی کا یہ اثر ہوا کہ طواف کرتے کرتے خیال آ گیا کہ میں خود بھی تو شاعر فصحاء و بلغاء میں سے ہوں ، خوش بیانی میں میرا مقابلہ کون کر سکتا ہے کم از کم مجھ کو سننا چاہیے کہ یہ کیا کہتے ہیں اور فوراً کانوں کی روئی نکال دی اور آپ کے قریب ہو گئے ۔ آپ ﷺ نے قرآن کریم کی چند آیتوں کی ان کے سامنے تلاوت کی ان کی زبان سے فوراً یہ جملہ نکل گیا ۔ خدا کی قسم میں نے اس سے اچھا کلام اپنی عمر میں آج تک نہیں سنا اور نہ اس سے اچھا مضمون کسی کلام میں پایا ۔ یہ کہہ کر فوراً مسلمان ہو گئے اور صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ اپنی قوم میں جا کر تبلیغ اسلام کا وعدہ بھی کر لیا ۔

ان کی عادت تھی کہ سفر حج سے واپس آ کر سب سے پہلے اپنے والد سے ملتے تھے مگر اس مرتبہ کسی سے نہیں ملے کسی نے ان کے والد کو ان کے آنے کی اطلاع دی پہلے تو انہوں نے اس خبر کی تکذیب کی پھر متحیر ہو کر خود تشریف لے گئے پہلے تو طفیل نے ناراضگی کا اظہار کیا پھر اپنے اسلام لانے کا ذکر کیا تو باپ بھی مسلمان ہو گئے پھر بی بی مسلمان ہو گئیں ۔

یہ ان بہت سے واقعات میں سے ایک ہے جس سے ظاہر ہو رہا ہے کہ آیات قرآنیہ اپنا اثر کئے بغیر نہیں رہ سکتیں ، بغض و نفرت سے سننے کے بعد کلام الٰہی نے اپنا اثر دکھلایا اور نہ صرف وہی مسلمان ہوئے بلکہ ان کی وجہ سے ان کے والد اور بیوی بھی مسلمان

ہو گئے ۔

کیا اب بھی اس کے ماننے میں کسی قسم کا فاصل کیا جا سکتا ہے کہ آیات قرآنیہ کا اثر ادویہ کے اثر کے مشابہ ہے کہ اس دوا کے اثر کا علم ہو یا نہ ہو ہر صورت میں وہ اثر ضرور کرے گی ؟

اور حقیقت حال سے واقفیت رکھنے والے اصحاب کے نزدیک تو تاثیر کیلئے آیات قرآنیہ کے سننے والے کا ذی عقل ہونا بھی شرط نہیں بلکہ جمادات میں بھی آیات قرآنی اثر کرتی ہیں ،خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے:لوانزلنا ھذا القرآن علی جبل لرأیتہ خاشعا متصدعا من خشیۃ اللہ (پ۲۸) (اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر اتارتے تو وہ خوف خداوندی کی وجہ سے پارہ پارہ ہو جاتا) یہ آیت اس مضمون کی تصدیق کرتی ہے کہ اثر قرآنی کیلئے ذی عقل ہونا شرط نہیں وہ پہاڑوں پر بھی اپنی تاثیر دکھلا سکتا ہے ۔آیات قرآنی کی اس قوت تاثیر پر غور کرو پھر اپنے نفوس کو عبرت انگیز نظروں سے دیکھو باوجود مسلمان ہونے کے اور احکام اسلامی پر بھی عمل کرنے کے پھر تلاوت قرآنی کے وقت قلوب پر خداوندی خوف کا استیلاء نہیں ہوتا ۔ (ماخوذ از علماء دیوبند کی مختصر تقریریں مختصراً)

نجاشی شاہ حبشہ کے بارہ میں جب حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے سورہ مریم کی آیات پڑھیں اور حضرت مسیح علیہ السلام کے بارہ میں اپنا عقیدہ صاف صاف بیان فرمایا بادشاہ بے حد متاثر ہوا اور اقرار کیا کہ جو کچھ قرآن کریم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت عقیدہ ظاہر کیا ہے وہ بلا کم و کاست صحیح ہے پھر ہجرت کے کئی سال بعد ایک وفد جو ستر نو مسلم عیسائیوں پر مشتمل تھا نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں مدینہ منورہ حاضر ہوا یہ لوگ جب مدینہ منورہ پہنچے اور قرآن کریم کے سماع سے لذت اندوز ہوئے تو کلام الٰہی سن کر آبدیدہ ہو گئے ،آنکھوں سے آنسو اور زبان ''ربنا آمنا'' الخ کے کلمات جاری تھے قرآن

کریم کی آیت کریمہ :واذاسمعواماانزل الی الرسول تری اعینھم تفیض من الدمع الآیۃ (پ۷) میں اسی جماعت کا حال بیان فرمایا ہے۔

قرآن کریم کی آواز بجلی کی طرح سننے والوں کے دلوں میں اثر کرتی تھی جو سنتا فریفتہ ہوجاتا، جیساکہ اوپر کے چند واقعات سے واضح ہورہاہے اس اثر کو روکنے کی تدبیر کفار نے یہ نکالی کہ جب قرآن پڑھاجائے ادھر کان مت دھرو اور اس قدر شور وغل کرو کہ دوسرے بھی نہ سن سکیں ،آیت کریمہ :وقال الذین کفروالاتسمعوالھذاالقرآن والغوافیہ لعلکم تغلبون میں اسی کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

ان سب تدبیروں کے باوجود حق کی آواز قلوب کی گہرائیوں تک پہنچ کر رہیں۔

جنوں پر تاثیر

آیات سورۃ احقاف :واذصرفناالیک نفرامن الجن یستمعون القرآن الآیۃ اور سورۃ جن کے شروع آیات میں جنوں کے قرآن کریم کی تلاوت سننے اور ایمان لانے کا واقعہ مذکور ہے نبی کریم ﷺ صبح کی نماز میں بمقام قرآن کریم پڑھ رہے تھے کئی جن ادھر سے گزرے اور قرآن کریم کی آواز پر فریفتہ ہوکر سچے دل سے ایمان لے آئے ، پھر اپنی قوم سے جاکر سب ماجرا بیان کیا کہ ہم نے ایک کلام سنا ہے جو عجیب وغریب ہے ہم سنتے ہی اس پر یقین لائے اس تمام بیان کی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کریم ﷺ پر وحی فرمائی اس کے بعد بہت مرتبہ جن حضور ﷺ سے آکر ملے ایمان لائے اور قرآن کریم کی تعلیم حاصل کی۔

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

ایک الٹی سوچ

''بٹ کے رہے گا ہندوستان''۔ ''بن کے رہے گا پاکستان''۔

سینے پر گولی کھائیں گے۔ پاکستان بنائیں گے''۔

''پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الہ الا اللہ''۔

یہ ولولہ انگیز نعرے تھے جن کی گونج میں ہماری عمر کے لوگوں کی آنکھ کھلی۔ آج بھی جب اس جوش اور جذبے کا تصور آتا ہے جو قیام پاکستان کے وقت بچے بچے کے دل میں موجزن تھا تو قلب و روح کی گہرائیوں میں پاکیزگی کی ایک لہراتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔

اسی مخلصانہ اجتماعی جذبے کی برکت تھی کہ پیچ در پیچ سازشوں کے عین درمیان اللہ تعالیٰ نے ہمالیہ کے دامن میں پھیلا ہوا یہ خطہ زمین پاکستان کی صورت میں محض اپنے فضل و کرم سے عطا فرمایا۔ آج اسی تاریخ ساز واقعہ کو سنتالیس سال گزر گئے۔ اور جن حسین تصورات اور بلند ولولوں کے ساتھ یہ ملک حاصل کیا گیا تھا جب ان کا موازنہ اپنے موجودہ حالات سے کیا جاتا ہے تو بے شک یہ محسوس ہوتا ہے کہ

ع ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا؟

سنتالیس سال کے طویل عرصے میں ہم ان پاکیزہ جذبات کی اعلیٰ سطح سے نیچے گرتے گرتے کہاں جا پہنچے ہیں؟ اس کا اندازہ کرنے کے لیے کسی بھی صرف ایک دن کے اخبار کا مطالعہ کافی ہے۔ حالات کی خرابی اپنی جگہ ہے۔ اور قوموں کی زندگی میں اتار چڑھاؤ آیا ہی کرتے ہیں۔ لیکن کسی بھی قوم کی زندگی میں سب سے زیادہ تشویش ناک مرحلہ وہ ہوتا ہے جب حالات کی خرابی کے ساتھ ساتھ اس کی مت الٹی ہو جائے۔ اور وہ اصلاح حال کی

کوشش کرنے کے بجائے الٹی سمت میں سوچنا شروع کردے۔فانی مرحوم نے کسی ایسی ہی صورت حال کے لیے کہا تھا کہ ؎

ڈوبنے والوں کو موجوں نے بہت کچھ پلٹا
رخ مگر جانب ساحل نہیں ہونے پاتے

لہٰذا موجودہ حالات کی خرابی سے زیادہ تشویش اس بات سے ہوتی ہے کہ ایسے حالات میں بھانت بھانت کی بولیاں قوم کو الٹی سمت میں سوچنے کا مشورہ دے رہی ہیں۔

مثلاً یہ عجیب وغریب معاملہ ہے کہ جب کبھی پاکستان ہماری بداعمالیوں کی بناء پر کسی المیے سے دوچار ہوتا ہے۔یا اس کے سیاسی حالات خراب ہوتے ہیں۔یا اسے بدامنی یا باہمی جھگڑوں سے سابقہ پیش آتا ہے تو کہیں نہ کہیں سے یہ آواز ضرور اٹھنی شروع ہوجاتی ہے کہ یہ ملک بنا ہی غلط تھا،اور وہ لوگ برحق تھے جو پاکستان قائم کرنے کے بجائے متحدہ ہندوستان کے قائل تھے۔جب مشرقی پاکستان ہم سے الگ ہوا تو اس وقت بھی یہ پروپیگنڈا بڑے شدومد کے ساتھ کیا گیا کہ اس کے ساتھ ساتھ قیام پاکستان کا نظریہ بھی ٹوٹ گیا،اور آج جب کہ ہم گوناگوں خلفشار سے دوچار ہیں ایک بار پھر اسی قسم کی باتیں کی جارہی ہیں۔لیکن سنتالیس سال بعد اس قسم کی باتوں کا مقصد کوئی واضح نہیں کرتا،یعنی یہ کوئی نہیں بتاتا کہ اگر ملک غلط بنا تھا تو اب کیا کرنا چاہیے؟لیکن اس مرحلے پر نظریہ قیام پاکستان کی تردید کا بظاہر منطقی تقاضہ اس کے سوا اور کیا ہے کہ جب ملک بنا ہی غلط تھا تو (خاکم بدہن) اب اس کے وجود کا بھی کوئی جواز نہیں۔اور آج اگر یہ حقیقت واضح ہوگئی ہے کہ جس بنیاد پر پاکستان قائم کیا گیا تھا،وہ بنیاد درست نہیں تھی تو پھر اس بھول کی تلافی کی یہی صورت ہوسکتی ہے کہ اپنی سابقہ غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے یہ ملک چاندی کی کشتی میں رکھ کر ہندوستان کے حوالے کردیا جائے۔امانت ودیانت کا تقاضہ یہ ہے کہ یہ حضرات اپنی بات کا یہ منطقی نتیجہ

بھی برملا کہہ دیا کریں۔ لیکن شاید ابھی صاف گوئی کا اتنا حوصلہ پیدا نہیں ہوا، اس لیے صرف پہلی بات کہہ کر اس کے نتائج سامع کی فہم و بصیرت پر چھوڑ دیے جاتے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم نے اپنی بد عملی سے اس ملک کو جو اسلام کے مقدس نام پر حاصل کیا گیا تھا، ایسے الجھے ہوئے مسائل کی سرزمین بنا دیا ہے جنہیں سلجھانے کا کام مشکل سے مشکل تر ہوتا جا رہا ہے۔ لیکن یہ عجیب و غریب فلسفہ ہے کہ اس صورت حال کی ذمہ داری اپنی بد عملی کے بجائے اس نظریے پر ڈال دی جائے جس کے تحت یہ ملک بنایا گیا تھا، اور اپنی بدحالی کا ذمہ داران رہنماؤں کو ٹھہرایا جائے جنہوں نے خون پسینہ ایک کرکے اس ملک کی تعمیر میں حصہ لیا تھا، اگر ایک باپ اپنی اولاد کے لیے کوئی شاندار مکان تعمیر کر کے جائے۔ اور بعد میں وہ اولاد آپس میں لڑ بھڑ کر اپنی نااہلی سے اس مکان کو خراب کر دے تو کیا اس خرابی کا قصور وار وہ باپ ہے جس نے اپنے گاڑھے پسینے کی کمائی اس مکان کی تعمیر پر صرف کی؟ کیا کوئی شخص بقائمی ہوش و حواس یہ کہہ سکتا ہے کہ باپ نے یہ مکان بنا کر غلطی کی تھی؟ ظاہر ہے کہ ہر وہ شخص جس میں عقل و فہم کی ادنٰی رمق ہے، یہی کہے گا کہ باپ نے تو مکان کی تعمیر کر کے احسان کیا تھا، لیکن اولاد نے اس کی قدر نہ کی اور اپنی نااہلی سے اسے خراب کر ڈالا۔ لیکن نہ جانے بے چارے پاکستان نے وہ کون سا قصور کیا ہے کہ اس کے باشندوں کی ساری بداعمالیوں کا خمیازہ اس کے قیام کے بنیادی نظریے پر ڈالنے کی کوشش کی جاتی ہے؟

جہاں تک حالات کی خرابی کا تعلق ہے ہندوستان کے حالات بھی آزادی کے بعد کوئی قابل رشک نہیں رہے۔ نظم و ضبط سے لے کر امن و امان تک ہر شعبہ زندگی میں وہاں بھی انگریزوں کے زمانے کے مقابلے میں نمایاں انحطاط آیا ہے۔ رشوت ستانی سے لے کر قتل و غارت گری تک کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس میں آزادی کے بعد بے تحاشہ

اضافہ نہ ہوا ہو۔ لیکن حالات کی اس خرابی کی بنا پر یہ بات کوئی نہیں کہتا کہ ہندوستانیوں کا آزادی کا مطالبہ ہی غلط تھا، اور انہیں کبھی انگریزوں کی غلامی سے آزاد ہونا ہی نہیں چاہیے تھا۔ لیکن حالات کی خرابی کا سارا غصہ غریب پاکستان پر ہی اتارا جاتا ہے کہ گویا اس کے قیام کا نظریہ ہی ان ساری خرابیوں کا ذمہ دار ہے۔ اگر لوگوں کی بداعمالی سے پیدا ہونے والی خرابیوں کی ذمہ داری کسی تحریک کے بنیادی نظریہ پر ڈالنے کا یہ فلسفہ ایک مرتبہ مان لیا جائے تو پھر یہ کہنا پڑے گا کہ ہر وہ مخلصانہ تحریک جو بالآخر خرابیوں کا شکار ہوئی اس کا ذمہ دار اس کا اصل بانی ہے کہ اس نے یہ تحریک چلائی ہی کیوں؟ پھر تو یہ کہئے کہ میر صادق کی غداری سے میسور کی جو سلطنت مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکلی اس میں اصل خطاکار سلطان ٹیپو تھے کہ انہیں یہ سلطنت بنانی ہی نہ چاہئے تھی، میر جعفر کی بداعمالیوں سے اگر بنگال ہاتھ سے نکلا تو اس کا ذمہ دار سراج الدولہ کو قرار دیجئے کہ اس نے انگریزوں سے لڑنے کی پالیسی ہی کیوں اختیار کی؟ حضرت سید احمد شہید کی تحریک جو بالآخر اپنوں کی غداری سے ناکام ہوئی اس کے بارے میں کہئے کہ یہ تحریک چلی ہی غلط تھی، حضرت شیخ الہند کی تحریک ریشمی رومال جسے کچھ آستین کے سانپوں نے سبوتاژ کیا یہ دیکھئے کہ اس کی بنیاد ہی غلط تھی اور ان سب کو دراصل انگریزوں کی غلامی پر قناعت کر کے بیٹھ رہنا چاہیے تھا۔ اگر آزادی کی ان تمام مقدس تحریروں کے بارے میں جو ہماری تاریخ کا جگمگاتا ہوا حصہ ہیں یہ باتیں نہیں کی جاسکتیں، تو آخر تحریک پاکستان کا وہ کون سا جرم ہے جس کی بنا پر اس کے ساتھ یہ الٹا سلوک کیا جاتا ہے کہ ۱۹۴۷ء کے بعد جب بھی ملک میں کوئی ناخوشگوار واقعہ رونما ہو ساری ذمہ داری اس تحریک پر رکھ دی جائے؟۔

پھر جن خرابیوں کی بنا پر آج یہ کہا جاتا ہے کہ پاکستان بنا ہی غلط تھا، ان کے بارے میں یہ بات سمجھ سے بالاتر ہے کہ اگر پاکستان نہ بنتا اور اکھنڈ بھارت وجود میں آتا تو یہ خرابیاں

کیوں رونما ہوتیں ؟کیاوہی لوگ جوپاکستان میں رہ کر بددیانت ،کام چور، بدعمل اور مفادپرست ہو گئے ،اکھنڈبھارت کے مقدس سائے میں رہ کرفرشتے بن جاتے ؟اوران سے وہ بداعمالیاں سرزدنہ ہوتیں جوآج پاکستان میں سرزدہورہی ہیں ؟ظاہرہے کہ اس صورت میں بھی مسلم اکثریتی علاقوں میں کم وبیش زمام کارانہی کے ہاتھوں میں ہوتی جن ہاتھوں میں آج پاکستان کی باگ ڈورہے ،فرق صرف یہ ہے آج وہ ہندواکثریت کی سرپرستی سے محروم ہیں ،اورمتحدہ قومی ہندوستان میں ان کے سرپروفاق کی ہندواکثریت کاہاتھ ہوتا ،لیکن اگریہ ہندواکثریت کی سرپرستی ایسی ہی بابرکت شی ہے کہ اس کے نتیجے میں موجودہ تمام خرابیاں کافورہوسکتی تھیں توپاکستان کو چھوڑکرآج بھی برصغیرتقریباًاسی فیصد علاقے کویہ سرپرستی حاصل ہے ،کیاوہاں یہ خرابیاں کافورہوگئیں ہیں ؟جن بدعنوانیوں ، رشوت ستانیوں ،قتل وغارت گری ،فرقہ وارانہ تعصبات اورلسانی گروہ بندیوں کاہمیں پاکستان میں شکوہ ہے ،کیا بھارت میں یااس کے زیرسرپرستی علاقوں میں ان کاکوئی نام ونشان باقی نہیں رہا؟اگروہاں بھی یہ ساری خرابیاں موجودہیں اوریقیناًموجودہیں توآخرکس بناپریہ بات کہی جاتی ہے کہ پاکستان نہ بنتاتوہمارے حالات اتنے خراب نہ ہوتے؟

بات دراصل یہ ہے کہ ہم نے اپنی بدعملی کی اصلاح سے فراراختیارکرنے کے لیے یہ ایک بہانہ تلاش کیاہے کہ حالات کی ساری ذمہ داری پاکستان کے تصورپرڈال کر اپنے معمولات میں مگن ہوجائیں ،یہ درست ہے کہ ہم نے پاکستان کی تعمیراورحفاظت میں شدیدغفلت اورمجرمانہ بے حسی سے کام لیا،جس کے نتیجے میں آج بھی ہرشخص بے چین اورپریشان ہے ،لیکن اس کامطلب یہ نہیں ہے کہ ہم پاکستان جیسی نعمت کی ناشکری شروع کردیں ،آج کے گئے گزرے حالات میں بھی اگرہرشخص اپنی ذاتی زندگی کاموازنہ قیام پاکستان سے پہلے کے حالات سے کرے ،یااپنے ان عزیزدوستوں کے حالات سے

کرے جواب بھی ہندوستان میں مقیم ہیں تو وہ محسوس کرے گا کہ پاکستان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اس پر ان گنت نعمتوں کی بارش برسائی ہے، اور ان نعمتوں کے باوجود جو کچھ خرابی یا پریشانی ہے وہ ان نعمتوں کے غلط استعمال سے ہے۔ لہذا ساری توجہ اس بات پر مرکوز ہونی چاہیے کہ ان نعمتوں کی قدر کر کے ان کا صحیح استعمال کیا جائے۔ اگر آج بھی ہم میں سے ہر شخص اپنی اپنی جگہ درست ہونے کا تہیہ کر لے تو پاکستان آج بھی پوری دنیا کے لیے ایک مثال بن سکتا ہے۔ اگر ایک شاندار مکان کو ہم نے شرارت وفساد کے ذریعے خراب کر ڈالا ہے تو اس کا علاج یہ نہیں ہے کہ اس گھر کو ڈھا دیا جائے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ اس مکان کا ہر مکین اپنی سابقہ غفلت اور بدعملی سے تائب ہو، اور اب پوری مستعدی اور دیانت سے اس کی تعمیر نو میں لگ جائے۔ ابھی وقت ہے کہ ہم اس حقیقت کا ادراک کر لیں، وقت گزرنے کے بعد حسرتوں کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا۔

۵ / ربیع الاول ۱۴۱۵ھ ۱۴ / اگست ۱۹۹۴ء

(ماخوذ از ذکر و فکر)

فقیہ العصر مفتی سید عبد الشکور ترمذی نور اللہ مرقدہ

محمود احمد عباسی کے نظریات کا تحقیقی جائزہ

(قسط ۳)

حضرت حسین اور یزید کے بارہ میں عباسی صاحب کا رویہ

خلیفہ راشد حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارہ میں تو آپ نے عباسی صاحب کا رویہ ملاحظہ کرلیا اب حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور یزید کے بارہ میں ان کا رویہ ملاحظہ ہو۔

یزید کی مدح سرائی اور اس کے فضائل ومناقب کے بیان کرنے میں تو عباسی صاحب ہر رطب ویابس کو قبول کر لیتے ہیں پھر نہ وہ اس کے راویوں کے عادل وثقہ ہونے کی ضرورت سمجھتے ہیں اور نہ ہی اس کے مفہوم ومراد کے متعین کرنے میں الفاظ کی دلالت کا لحاظ رکھنے کی ضرورت ان کے خیال میں رہتی ہے، لیکن سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی مدح وستائش پر وہ اس طرح چیں بجبیں نظر آتے ہیں جیسے ان کے گھر سے کچھ جا رہا ہو اور دور از کار قیاس آرائیوں سے کام لے کر اس مدح وستائش کا ایک ایک حرف، حرف غلط کی طرح مٹا دینے کی کوشش میں مصروف ہوجاتے ہیں۔

یہ وہ اصولی معیار ہے جس پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور یزید کے معاملہ میں عباسی صاحب کی اس تحقیق وریسرچ کو جانچا جاسکتا ہے، عباسی صاحب کی یہ پوری کتاب اس دوطرفہ متضاد قسم کی انتہاپسندی سے بری طرح متاثر نظر آتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ عباسی صاحب نے یزید کے بارہ میں پہلے یہ نظریہ قائم کرلیا ہے کہ یزید ایک پرہیزگار اور متقی خلیفہ وقت تھا پھر اس نظریہ کی تائید میں جس جگہ سے بھی کچی پکی روایت سے قطع نظر یزید کی تعریف ومنقبت میں کوئی جملہ ان کو نظر آیا انہوں نے اسے غنیمت سمجھ کر حاصل کرلیا

اور اسی عبارت میں جو جو جملے ایسے نظر آئے جن سے اس کی منقصت اور ہجو کا پہلو واضح ہو رہا تھا عباسی صاحب نے تحقیق و ریسرچ کا حق ادا کرنے کے لیے ایسے جملوں کو حذف کر دیا، مگر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بارہ میں عباسی صاحب کا ذہن بالکل دوسری طرح سوچتا ہے اس کا اندازہ ذیل کی مثالوں سے کیا جا سکتا ہے۔

مثلاً ایک جگہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے نام ابومخنف کی روایت سے حضرت عبداللہ بن جعفر کی ایک تحریر کا ذکر کر کے جس میں آپ کو ''نور الاسلام'' کے لفظ سے یاد کیا گیا تھا لکھتے ہیں:

''طبری نے ''نور الاسلام'' کے بجائے ''نور الارض'' کے الفاظ لکھے ہیں، بہر کیف ''نور الاسلام'' کے لفظ ہوں یا ''نور الارض'' کے یہ فقرے ان راویوں کے وضعی ہیں اور خاص ذہنیت کے ترجمان''۔

پھر اس پر زور لگاتے چلے گئے ہیں کہ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ کوئی ذمہ دار آدمی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو ان الفاظ سے یاد کرے، جو باعتبار معنی و مطالب حقیقت سے بعید ہیں۔ حالانکہ ایسے ہی مشتبہ راویوں سے وہ یزید اور اس کے حامیوں کو فائدہ پہنچانے والی ایسی تحریروں کو بے چون وچرا تسلیم کرانا چاہتے ہیں جن کے اندر وضعیت کی صریح شہادتیں موجود ہیں۔

''البدایہ والنہایہ'' وغیرہ میں مروان کا ایک خط منقول ہوا ہے جو روایت کے مطابق حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قصد کوفہ کے بعد ابن زیاد کو لکھا گیا تھا کہ: ''فایاک وان تھیج علی نفسک مالا یسدہ شیء ولا تنساہ العامۃ ولا تدع ذکرہ آخر الدھر''۔ خبردار تم کوئی ایسا معاملہ نہ کر بیٹھنا جس کا مداوا نہ ہو سکے جسے عوام کبھی بھلا نہ سکیں اور رہتی دنیا تک جس کا ذکر نہ چھوڑیں۔

اس کو نقل کر کے عباسی صاحب لکھتے ہیں کہ: ''اس مکتوب کے الفاظ ہی ظاہر کر رہے ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ذات سے حضرت مروان کو کیسی کچھ الفت تھی اور کیسی آرزو کہ اس خطرناک سفر میں ان کا بال بیکا نہ ہونے پائے۔ یہ وہی مروان ہیں جن کے متعلق وضاعین نے اتہام لگایا ہے'' الخ (خلافت ص ۱۹۸)

اس خط کے الفاظ اپنی وضعیت کا آپ ثبوت ہیں مگر عباسی صاحب نے مروان کی صفائی کے لیے پورے شرح صدر کے ساتھ اس کو استعمال کیا ہے۔ حالانکہ یہی الفاظ اگر مروان کی صفائی کا فائدہ نہ دے رہے ہوتے اور ان سے صرف حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی مدح ہو رہی ہوتی تو یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ وہ حضرت عبداللہ بن جعفر کے خط کی طرح اس خط کی بھی دھجیاں بکھیر دینے کے لیے پورا زور صرف کر دیتے۔

اس ریسرچ کا عام اصول

عباسی صاحب کی ریسرچ کا یہ عام اصول ہے کہ اپنے مقصد کے خلاف جس تاریخی روایت پر وہ کوئی معقول جرح نہیں کر سکے اس کو بغیر دلیل کے وضعی کہہ کر بے دھڑک رد کر ڈالتے ہیں۔

محض احتمالات اور ظنیات سے استدلال

اسی طرح ذہنی جنبہ داری کے ماتحت عباسی صاحب اپنے دعویٰ کی دلیلوں میں مخالف احتمال کو بالکل نظر انداز کر جاتے ہیں اور محض ظنیات سے اس طرح استدلال کرتے ہیں جیسے کہ ان کے استدلال کی بنیاد قطعی ہے۔

مثال نمبر (۱)

حضرت محمد بن حنفیہ کے یزید سے بیعت کر لینے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا ساتھ نہ دینے کو عباسی صاحب نے اپنے اس دعویٰ کے لیے کھلا ثبوت قرار دیا ہے کہ

''حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا یزید کے خلاف یہ اقدام مقتضیات زمانہ اور احکام شرع کے اعتبار سے جائز اور مناسب نہ تھا'' (ص۱۳۸)

حالانکہ اس واقعہ میں اس دعویٰ کا ذرا بھی کھلا ہوا ثبوت نہیں ہے کیونکہ اس اقدام میں جن حضرات نے حضرت حسین کا عملاً ساتھ نہیں دیا اس کی یہ وجہ متعین نہیں ہے کہ وہ اس اقدام کو ناجائز سمجھتے تھے بلکہ اس میں دوسرا احتمال بھی ہے (جیسا کہ آگے آرہا ہے)۔

مثال نمبر (۲)

اسی طرح حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا موقف بتاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''ان میں سے کسی نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا ساتھ نہیں دیا'' اور اس کو یہ بھی دلیل قرار دیتے ہیں کہ ''نظام خلافت یا کردار خلیفہ میں کوئی ایسی خرابی اور خامی نہ تھی جو خلیفہ کے خلاف خروج کو جائز کردے'' (ص۱۳۵)

اور لکھتے ہیں ''کردار خلیفہ (یزید) میں کوئی خامی یا برائی نہ تھی کہ اس کے خلاف خروج کا جواز نکالا جاسکتا'' (ص۱۴۲) حالانکہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کردار خلیفہ میں خامی یا برائی سب کچھ ہو مگر ممانعت خروج کی احادیث کے پیش نظر (جن کو عباسی صاحب نے بھی ذکر کیا ہے) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ساتھ نہ دیا ہو۔ پھر اس نظام خلافت یا کردار خلیفہ میں کسی خامی یا برائی اور جواز خروج کی نفی پر دلیل بنانا کیسے درست ہوسکتا ہے؟۔

اس سے بھی بڑھ کر جس واقعہ میں عباسی صاحب کی مفروضہ بنیاد کے احتمال وامکان کی بھی ادنیٰ گنجائش نہیں پائی جاتی وہاں بھی وہ پورے وثوق ویقین کے ساتھ اس واقعہ کو اپنے مفروضہ کی بنیاد ٹھہرا لیتے ہیں اور اپنی مرضی کے موافق نتیجہ نکال لیتے ہیں۔

مثال

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے دوسرے بھائی عمر الاطراف کے متعلق یہ بیان

کر کے کہ وہ بھی حضرت حسین کے اقدام کے مخالف تھے پھر شیعہ مورخ ونساب مولف ''عمدۃ الطالب'' سے یہ نقل کر کے کہ جب شہادت حسین کی خبر آئی تو انہوں نے کہا ''انا الغلام الحازم ولو اخرجت معهم لذهبت فى المعر كةوقتلت (خلافت معاویہ ویزیدص۱۲۹) میں ایک عقل منداور محتاط جواں ہوں اوراگر میں بھی ان کے ساتھ نکلتا تو لڑائی میں شریک ہوتااور مارا جاتا'' رقم طراز ہیں ''ظاہر ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے یہ بھائی بھی ان کے خروج کو طلب حکومت وخلافت ہی کاایسااقدام سمجھتے تھے جوکسی طرح جائزاور مناسب نہ تھا''۔

حالانکہ حضرت عمرالاطراف کے مذکورہ الفاظ کے بعدعباسی صاحب کے اس ظاہر کا ادنیٰ احتمال بھی باقی نہیں رہتاکیونکہ حضرت عمرالاطراف حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے اس اقدام کوصرف حزم واحتیاط کے خلاف قراردے رہے ہیں نہ کہ ناجائز،لیکن عباسی صاحب اس کواپنے مفروضہ کی بنیاد ٹھہرارہے ہیں اوراپنی پسند کے موافق نتیجہ نکال رہے ہیں۔

مناقب یزید میں محویت

عباسی صاحب نے مناقب یزید کے شمار کرنے میں اپنی محویت کی وجہ سے ایسی چیزوں کابھی ذکرکردیاہے کہ جن سے کسی قسم کی منقبت ثابت نہیں ہوتی بلکہ وہ ان کی اپنی خوش فہمی ہوتی ہے ۔مثلاًعباسی صاحب نے مدینہ منورہ سے یزید کے انس ومحبت کے ثبوت میں لکھاہے کہ '' مدینہ طیبہ سے انس ومحبت ہی کی وجہ سے اپنی شریک زندگی کے لیے وہاں کی دوخواتین کواپنے حبالۂ عقدمیں لائے'' (ص۱۱۰)۔

اس واقعہ میں خواتین سے انس ومحبت کے سوا اور کسی چیز سے انس ومحبت کا ثبوت نہیں ہوتاجیساکہ سلامہ نامی ایک مغنیہ کنیز کے واقعہ سے بھی جس کوخود عباسی صاحب نے بھی یزید کی منصف مزاجی کے عنوان سے لکھاہے واضح ہورہاہے ۔اس واقعہ کاتذکرہ

آ گے آ رہا ہے۔

یزید کے فضائل میں عباسی صاحب لکھتے ہیں:

''اپنے زمانہ خلافت میں امیر یزید ہمیشہ جامع مسجد دمشق میں نماز پڑھاتے خاص کر امیر المومنین کی حیثیت سے جمعہ وعیدین کی نمازوں کی تو ظاہر ہے کہ خود ہی امامت کرتے اور بعد اداء نماز وہیں مجلس علم منعقد کرتے''۔ (ص۹۲)

ان فضائل کے ثبوت میں ''منتخبات تاریخ الیمن'' کے حوالہ سے جو واقعہ انہوں نے لکھا ہے اس کے آخر میں یہ لفظ ہیں:

''ثم دخلوا مسجد دمشق یوم الجمعۃ علی یزید'' (ص۸۷) پھر یہ لوگ جمعہ کے دن مسجد دمشق میں یزید کے پاس پہنچے۔

یزید کے لیے جمعہ وعیدین کی امامت کو تو عباسی صاحب نے صرف ظاہر ہے سے ہی ثابت کر کے دکھلانا کافی سمجھا، دوسرا کوئی ثبوت پیش نہیں کر سکے، شاید ان کے نزدیک کسی نائب کا امامت کرانا درست ہی نہیں ہے اس لیے اس کا احتمال ہی ان کو نہیں ہوا۔ اول تو اس واقعہ میں جمعہ کے دن مسجد دمشق میں یزید کے پاس کچھ لوگوں کے پہنچنے کا ذکر ہے اس میں یزید کے نماز پڑھنے یا نماز پڑھانے کا کوئی ذکر نہیں ہے، یہاں تک کہ اس واقعہ میں اس کا بھی ذکر نہیں ہے کہ یہ لوگ نماز جمعہ کے بعد یزید کے پاس پہنچے تھے، صرف یوم الجمعہ کا ذکر ہے، اب اگر یزید کے جامع مسجد میں ہونے سے ہی اس کی امامت نماز اور مجلس علم منعقد کرنے کا ثبوت ہوجاتا ہے تو پھر بھی دوام اور ہمیشگی کا تو اس میں کوئی ادنیٰ سا اشارہ بھی نہیں پایا جاتا۔

عباسی صاحب نے خالد بن یزید کے علمی کمالات (کیمسٹری کی ایجاد) اور علمی شغف (یونانی اور مصری کتابوں کے ذخائر کی فراہمی، دار الترجمہ کی تاسیس اور تصنیف

وغیرہ) کا ذکر کر کے یہ نتیجہ نکالا ہے۔

اولاد میں علم وفضل کے حصول کی اس درجہ خواہش اور تڑپ اپنے باپ ہی کی علمی مجالس اور گھر کے ماحول سے پیدا ہوئی جہاں اکثر قال اللہ وقال الرسول کی آوازیں آتی نہ کہ بقول کذابین غنا وموسیقی کی۔

خالد کے دنیوی علوم وفنون کے ساتھ شغف کو قال اللہ اور قال الرسول کی آوازوں کا نتیجہ قرار دینا عباسی صاحب کا ہی کمال ہے۔ ورنہ کیمیٹری کی ایجاد اور یونانی کتابوں کے ذخائر کی فراہمی کو قرآن وحدیث کی آواز کا نتیجہ کیسے قرار دیا جاسکتا ہے؟ اگر قرآن وحدیث کی آوازیں گھر کے ماحول میں ہوتیں تو علوم قرآن تفسیر وحدیث میں مہارت کی صورت میں اس کا نتیجہ نکلنا قرین قیاس تھا نہ کہ یونانی علوم میں شغف کی صورت میں؟۔

محمود احمد عباسی صاحب کے پیش کردہ حوالوں کے آئینہ میں یزید کی صورت

یزید کی مدح سرائی اور مناقب خوانی میں اس قدر مبالغہ آرائی کرنے کے باوجود محمود احمد عباسی صاحب نے خود بھی اپنی نئی کتاب میں ایسا مواد فراہم کر دیا ہے جس کے آئینہ میں یزید کی اصلی صورت اور اس کا غیر شرعی کردار نظر آسکتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''سیرت یزید کے بارہ میں غیر مسلم مؤرخین ومحققین کی رائیں ہی یقیناً آزاد اور بے لاگ رائیں ہوسکتی ہیں۔ ان غیر مسلم مؤرخین کے بعض اقوال یہاں نقل کرنے بے جانہ ہونگے''۔

انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کے لائق مقالہ نگار رقم طراز ہیں:

''یزید نہ تو غیر سنجیدہ اور بے ہودہ شہزادہ تھا اور نہ ایسا لاابالی اور بے پرواہ حکمران جیسا ان مؤرخین نے بیان کیا ہے ... وہ خود شاعر تھا موسیقی کا ذوق رکھتا تھا۔ اہل ہنر اور شعراء کا قدردان اور ادب وآرٹ کا مربی اور سرپرست تھا'' (خلافت معاویہ ویزید ص ۴۰۵)

عباسی صاحب نے یزید کے غیر سنجیدہ اور بے ہودہ شہزادہ ہونے اور لاابالی اور بے پرواہ حکمران ہونے سے متعلق مورخین کے بیان کے مقابلہ میں انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کے غیر مسلم لائق مقالہ نگار کی رائے کو آزاد اور بے لاگ قرار دیا ہے ۔ عباسی صاحب کے اس مسلمہ اور لائق مقالہ نگار نے سیرت یزید کی جو یہ صورت کشی کی ہے کہ وہ نہ صرف یہ کہ شاعر تھا اور موسیقی کا ذوق ہی رکھتا تھا بلکہ وہ ادب و آرٹ کا مربی اور سرپرست تھا۔ اس میں حقیقت کے متلاشی کو یزید کی صحیح صورت نظر آسکتی ہے اور اس کا غیر شرعی کردار واضح ہوجاتا ہے اور عباسی صاحب کے اس دعویٰ کی حقیقت بھی آشکارا ہوجاتی ہے جو انہوں نے قال اللہ وقال الرسول کی آوازوں کے گونجنے کا کہا ہے اب یزید کے غنا اور موسیقی سے نہ دلچسپی اور شغف بلکہ اس فن شریف کی سرپرستی بھی عباسی صاحب کے مسلمہ و لائق مقالہ نگار کے مطابق ہوگئی یہ تو کذابین کی روایت نہیں ہے اس کو تو عباسی صاحب کو تسلیم کرنے سے انکار نہیں ہوسکتا۔

موسیقی شریعت کی نظر میں

اب دیکھنا یہ چاہیے کہ شریعت مقدسہ کی نظر میں اس موسیقی کا ذوق اور ادب و آرٹ جس کی تربیت اور سرپرستی کا فرض یزید نے انجام دینا اپنے ذمہ لیا ہوا تھا اس کا کیا درجہ ہے:

"عن ابی امامة قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالٰی بعثنی رحمةً للعالمین وھدیً للعالمین وامرنی ربی عزوجل بمحق المعازف والمزامیر والاوثان والصلب وامر الجاھلیة" (مشکاۃ شریف)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو تمام عالم کے واسطے سبب رحمت اور رہنمائی کے لیے بھیجا ہے اور میرے رب عزت و بزرگی والے نے مجھے حکم

دیا ہے باجوں اور مزامیر اور بتوں اور صلیب اور تمام رسومات جاہلیت کے مٹانے کا۔

موسیقی اور ادب و آرٹ کے آلات وغیرہ جن چیزوں کے مٹانے کا شریعت نے حکم دیا ہے ان کی سرپرستی کرنا اور ان کو رواج دینا کیا یزید کے فسق اور اس کی سیرت و کردار کی خرابی کا کھلا ثبوت نہیں ہے؟ اور کیا اس سے عباسی صاحب کے اس دعویٰ کی حقیقت واضح نہیں ہوجاتی کہ ''کردار یزید میں کوئی خرابی نہیں تھی جس سے اس کے خلاف خروج کا جواز نکالا جاسکتا''۔

منصفت مزاجی

عباسی صاحب نے اس عنوان کے تحت یزید کی منقبت کے ضمن میں غیر شعوری طور پر اس کی بھی نشاندھی کردی ہے کہ یزید کے اردگرد کس قسم کے آزاد منش لوگوں کا گروہ رہتا تھا اور وہ اس کو کس طرح حسن و جمال کا دلدادہ اور گانے بجانے والی لونڈیوں پر فریفتہ کرتا رہتا تھا، لکھتے ہیں:

''ابن کثیر نے سلامہ نامی ایک کنیز کا واقعہ بیان کیا ہے جو مدینہ منورہ کی رہنے والی حسن و جمال میں یکتا اور ہمہ صفت موصوف تھی، قرآن شریف اچھی قراءت سے سناتی شاعرہ اور مغنیہ تھی... اس کنیز کی امیر یزید سے بہت کچھ ثناء و صفت کرکے اس کی خریداری پر راغب کیا... کنیز کے آقا سے خریداری کا معاملہ طے کرلیا گیا، کنیز مذکورہ مدینہ سے دمشق آکر داخل حرم کی گئی اور دوسری کنیزوں پر اسے فوقیت حاصل ہوگئی لیکن جب یہ راز فاش ہوا کہ یہ کنیز اور مدینہ منورہ کا ایک اور شاعر احوص بن محمد ایک دوسرے کے دام محبت میں گرفتار ہیں، امیر یزید نے احوص کو جو دمشق میں موجود تھا نیز سلامہ کو مواجہ میں طلب کرکے تصدیق کی ان دونوں نے فی البدیہ اشعار میں اقرار محبت کیا... امیر یزید نے یہ حال دیکھ کر سلامہ کو احوص کے حوالہ کرتے ہوئے فرمایا: اے احوص اب یہ (سلامہ) تمہاری

ہے تم اسے لے لو پھر اسے اچھا انعام عطا کیا''۔

اس واقعہ کو نقل کرکے عباسی صاحب لکھتے ہیں:

''انصاف پسند طبیعت ہی کا تقاضا تھا کہ داخل حرم کرنے کے بعد بھی ان کے جذبات محبت کا احترام کیا'' (خلافت معاویہ ویزید ص ۳۷۱)

مال ومنال اور حسن وجمال میں سے سب سے زیادہ عورت کے دیندار ہونے کو ملحوظ رکھنے کی شریعت میں ہدایت کی گئی ہے کسی عورت کے حسن وجمال کو سن کر ہی اس کا طلبگار ہوجانا کیا کچھ کم معیوب تھا، اس سے بڑھ کر اس کا مغنیہ ہوتے ہوئے داخل حرم کرلینا تو آزاد منش اور عیاش قسم کے لوگوں ہی کا طریقہ ہوسکتا ہے ایک متدین کیا بلکہ شریف آدمی کے لیے بھی یہ بات قابل شرم اور باعث ننگ وعار ہوتی ہے۔

جب ایک عورت مغنیہ ہونے کے ساتھ ہمہ صفت موصوف تھی، پھر کیسے ہوسکتا تھا کہ مغنیہ ہونے کے لوازم عشق ومعاشقہ سے وہ محفوظ رہ سکتی یہ تو گویا غنا اور ادب وآرٹ کا خاصہ لازمہ ہے۔ اب اس پر قدغن لگانا اور تنبیہ وسرزنش کرنا امیر یزید کی اہل ہنر اور شعراء کی قدردانی اور ادب آرٹ کے مربی اور سرپرست ہونے کے منصب کے خلاف ہوتا اس لیے امیر یزید نے اس غیر شرعی معاشقہ پر سرزنش کرنے کی بجائے ان کے جذبات کا احترام کرتے ہوئے حوصلہ افزائی اور قدردانی کو ضروری سمجھا اور اپنی داخل حرم عورت کو مزید انعامات کے ساتھ اس کے عاشق کے حوالہ کردیا، عباسی صاحب محض حمایت یزید میں اس کو انصاف پسندی کا تقاضا کہہ کر انصاف کا خون کررہے ہیں۔

یزید کے بارہ میں اکابر امت کی آراء

(۱) فتح الباری اور قسطلانی میں طبری سے منقول ہے:

''ان یزیدبن معاویة کان امرعلی المدینة ابن عمه عثمان بن

محمدبن ابی سفیان فاوفدالی یزیدجماعةمن اهل المدینة منهم عبدالله بن غسیل الملائکة وعبدالله بن ابی عمروالمخزومی فی آخرین فاکرمهم واجازهم فرجعوا فاظهرواعیبه ونسبوه الی شرب الخمروغیرذلک" (حاشیہ بخاری ج ۲ص ۱۰۵۳)ترجمہ :یزیدنے مدینہ پراپنے چچازاد بھائی عثمان بن محمدبن ابی سفیان کوامیر مقرر کیا،پھراس نے یزید کے پاس اہل مدینہ کا ایک وفدبھیجاجس میں غسیل الملائکہ کے بیٹے عبداللہ اور عبد اللہ بن ابی عمرومخزومی اور دوسرے لوگ تھے ۔پس یزیدنے ان کااکرام کیا اوران کو عطیات دیے پھرجب وہ واپس مدینہ لوٹے توانہوں نے یزیدکے عیب ظاہرکیے اوراس کے افعال شراب پینے وغیرہ کا ذکرکیا۔

(۲) فتح الباری میں ہے کہ:

"کقوله(ای ابی هریرة)اعوذبالله من رأس الستین وامارة الصبیان یشیر الی خلافة یزید بن معاویة فانها کانت سنة ستین واستجاب الله دعاء ابی هریرةفمات قبلها بسنة"(حاشیہ بخاری ج ا ص ۲۳)

حضرت ابوہریرہ کا یہ ارشادکہ ''میں اللہ تعالیٰ سے بچوں کی امارت اور ۶۰ھ سے پناہ چاہتا ہوں'' سے یزیدکی خلافت کی طرف اشارہ ہے کیونکہ وہ ساٹھ ہجری میں امیر بنا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی دعاقبول فرمائی اوروہ ۵۹ھ میں ہی انتقال فرما گئے۔

(۳)حافظ ابن کثیر مطاعن یزیدسے متعلق چندروایات کی تردیدکرنے کے باوجود فرماتے ہیں:

"و کان فیه ایضاًاقبال علی الشهوات وترک بعض الصلوٰة فی بعض الاوقات واماتتهافی غالب الاوقات" (البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۲۳)

ترجمہ: نیز اس کے اندرشہوتوں پرتوجہ دینااوربعض نمازوں کاچھوڑنابعض اوقات

ہیں اور اکثر اوقات میں نمازوں کا قضاء کر دینا بھی تھا۔

(۴) ابوالحسن المعروف بالکیا الہراسی احد الفقہاء الکبار من روس الشافعیۃ سے یزید کے بارہ میں استفتاء کیا گیا تو انہوں نے جواب میں فرمایا:

"فذکرعنه تلاعباً وفسقاً وجوزشتمه" (البدایہ والنہایہ ج۱۲ ص۱۷۳)

ترجمہ: اس کے فسق اور کھیل کود کا ذکر کرتے ہوئے اس کے شتم کو جائز قرار دیا۔

(۵) ابوالفرج شیخ ابن جوزی نے شیخ عبدالمغیث بن زہیر کی کتاب فضل یزید کی تردید میں کتاب لکھی اس کے بارہ میں حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے:

"وقدردعلیه ابوالفرج ابن الجوزی (وهومن شیوخ الحنابلة) فاجادواصاب" (البدایہ ج۱۲ ص۳۲۸)

ترجمہ: ابوالفرج ابن الجوزی نے (جو حنابلہ کے شیوخ میں سے ہیں) اس پر بہت عمدہ اور صحیح رد کیا ہے۔

(۶) حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

"قال یحی بن عبدالملک بن ابی غتبةاحدالثقات ثنانوفل بن ابی عقرب ثقةقال کنت عندعمربن عبدالعزیزفذکررجل یزید بن معاویةفقال قال امیرالمؤمنین یزیدفقال عمرتقول امیر المؤمنین یزید فامربه فضرب عشرین سوطاً" (تہذیب التہذیب ج۱۱ ص۳۶۱)

ترجمہ: یحیٰی بن عبدالملک بن ابی عتبہ نے جو ثقہ راویوں میں سے ایک ہیں بیان کیا کہ ہم سے نوفل بن ابی عقرب نے بیان کیا جو ثقہ ہیں کہ میں امیرالمؤمنین عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے پاس حاضر تھا۔ ایک شخص نے یزید بن معاویہ کا ذکر کیا اور کہا کہ "امیرالمؤمنین یزید نے یہ کہا" خلیفہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "تو یزید کو امیرالمؤمنین کہتا

ہے '' اور اس شخص کے لیے بیس کوڑے مارنے کا حکم فرمایا، چنانچہ اس کے بیس کوڑے مارے گئے۔

(۷) حافظ ابن تیمیہ جن کے بار بریزید پر وارد کردہ الزامات کے جوابات اور اس کے دفاع میں شاید ہی کسی نے حصہ لیا ہو مگر اس نصرت کے باوجود وہ بھی ایک جگہ لکھتے ہیں :

''مع انه کان فیه من الظلم ماکان ثم انه اقتتل هووهم وفعل باهل الحرة اموراً منکرة'' (منہاج السنۃ، ص۲۷)

اس کے ساتھ اس میں جو ظلم تھے، پھر اس نے اور انہوں نے قتال کیا اور اہل حرہ کے ساتھ نازیبا سلوک کیا۔

(۸) فتاویٰ ابن تیمیہ میں لکھا ہے:

''بل الحق فیه انه کان ملکاً من ملوک المسلمین له حسنات وله سیئات والقول فیه کالقول فی امثاله من الملوک لا نحبه ولا نسبه وهو اول من غزا قسطنطنیة وقال رسول الله صلی الله علیه وسلم اول جیش یغزوها یغفر لهم وفعل فی اهل المدینة مافعل وقد توعد رسول الله صلی الله علیه وسلم من قتل فیها قتیلاً ولعنه'' (فتاویٰ ابن تیمیہ ص۳۱۰)

ترجمہ: بلکہ یزید کے بارے میں حق یہ ہے کہ وہ مسلمان بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ تھا۔ اس کی اچھائیاں بھی ہیں اور اس کی برائیاں بھی ہیں اور ان کے بارے میں ہمارا قول وہی ہے جو اس کی مثل دوسرے بادشاہوں کے بارے میں ہے ہم نہ اس سے محبت کرتے ہیں اور نہ اس پر لعن طعن کرتے ہیں اور وہ پہلا شخص ہے جس نے قسطنطنیہ پر حملہ کیا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ پہلا لشکر جو قسطنطنیہ پر جہاد کرے گا ان کی مغفرت ہو جائے گی اور اس نے اہل مدینہ کے بارے میں کیا جو کچھ کیا حالانکہ رسول

اللہ ﷺ نے اس شخص کے بارے میں (عذاب کی) وعید سنائی ہے اور اس پر لعنت کی ہے جو مدینہ میں قتل وقتال کرے۔

حاصل یہ ہے کہ یزید کے فسق وفجور کے بارہ میں جو مبالغہ آمیز اور ناقابل اعتبار تاریخی روایات بطور افتراء اور بہتان کے مشہور ہوچکی ہیں اور معائب یزید کی جن روایات کا ان کے راویوں کے کذب ودجل اور تلبیس کی وجہ سے موضع اور من گھڑت ہونا ثابت ہوچکا ہے اگر ان سب سے قطع نظر کرکے صرف عبارات بالا ہی کو بنظر انصاف دیکھا جائے تو یزید کے بارہ میں اس حقیقت پر یقین کر لینے سے چارہ نہیں ہے کہ یزید کی طرف سے پورا دفاع کرنے کے باوجود جس کا اقرار حافظ ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد حافظ ابن کثیر کو بھی اپنے مذکورہ بالا الفاظ میں کرنا پڑا ہے۔ (جاری)

اعلان داخلہ

برائے شعبہ قرآن کریم، درجہ کتب

جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا میں تمام درجات حفظ، ناظرہ، درس نظامی درجہ کتب کا داخلہ ۱۰ر شوال المکرم ۱۴۳۲ھ سے شروع ہوگا اور ایک ہفتہ تک جاری رہے گا، ۱۷ر شوال المکرم ۱۴۳۲ھ سے ان شاء اللہ تعالیٰ تمام شعبوں میں باقاعدہ تعلیم کا آغاز کردیا جائے گا۔

مفتی سعید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

حرمین شریفین میں چند روز

احقر گذشتہ سال حرمین شریفین حاضر ہوا تو وہاں بہت سی دعاؤں کے ساتھ یہ دعا بھی کرتا رہا کہ حق تعالیٰ دوبارہ پھر جلد حاضری کا موقع عطا فرمائے۔ محرم الحرام ۱۴۳۲ھ کے بعد سے ہی عمرہ پر جانے والوں کے لیے مختلف پیکجز کے اعلانات شروع ہوئے۔ اور غالباً صفر کے آخر یا ربیع الاول کے شروع میں معتمرین کے اسفار کا سلسلہ جاری ہوا۔ احقر کا ارادہ تھا کہ ربیع الاول میں ہی یہ سفر ہو جائے۔ تو میرے مشاغل کے اعتبار سے زیادہ بہتر رہے گا۔ لیکن سکھر سے جانے والے حضرات جن کے ساتھ احقر نے سفر کرنا تھا۔ ان کا پروگرام جمادی الاولیٰ کے شروع میں بنا۔ اس لیے مجھے ان کے ساتھ جمادی الاولیٰ میں سفر کی سعادت حاصل ہوئی۔

گذشتہ سال چونکہ جناب قاری شرافت اللہ صاحب پانی پتی، مہتمم جامعہ امدادیہ فتحیہ سلانوالی سرگودھا کے ساتھ طے ہوا تھا کہ آئندہ سفر اکٹھے ہوگا۔ اس لیے سفر کا پورا پروگرام سکھر والے احباب کے ساتھ انہوں نے ہی تشکیل دیا۔ ادھر ایک عرصہ سے بعض احباب کا تقاضہ تھا کہ میں جدہ میں وہاں کے طلبہ کو حدیث پاک کی کسی کتاب کا دورہ کراؤں جس کے لیے انہیں دو ہفتے کا وقت درکار ہوگا۔ احقر نے اسی لیے اس مرتبہ چار ہفتے کے پروگرام کے لیے کہہ دیا۔ چنانچہ جناب قاری شرافت اللہ صاحب، ان کی والدہ محترمہ، اہلیہ اور احقر کا ویزہ چار ہفتہ کا لگوایا گیا۔ سفر کے لیے کراچی سے ۷/ اپریل کی تاریخ طے ہوئی۔ چنانچہ مورخہ یکم جمادی الاولیٰ ۱۴۳۲ھ بمطابق ۵/ اپریل ۲۰۱۱ء بروز منگل، بوقت صبح آٹھ بج کر پچاس منٹ پر، احقر سب احباب سے مل کر جامعہ حقانیہ ساہیوال سے لاہور کے سفر پر

روانہ ہوا۔ روانگی سے قبل نوافل ادا کر کے سفر میں کامیابی اور قبولیت کی دعائیں کیں، اور حق تعالیٰ کے نام پر سفر کا آغاز کیا۔

ہم ساڑھے بارہ بجے برادر عزیز مولوی عبد العظیم ترمذی سلمہ کے ہاں حسن ٹاؤن لاہور پہنچ گئے، اور وہاں سے پونے چھے بجے لاہور ائر پورٹ پہنچے۔ قاری شرافت اللہ صاحب پانی پتی بھی مولوی محمد ابو بکر علوی سلمہ کے ہمراہ ائر پورٹ پر پہنچ چکے تھے۔ ہم تمام احباب سے رخصت ہو کر اندر داخل ہوئے، اور تمام مراحل سے گزر کر اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے۔ جہاز کی پرواز کا وقت ساڑھے چھے تھا، لیکن وہ چند منٹ کی تاخیر سے اڑا۔ سفر کی دعا پڑھ کر کراچی کے سفر کا آغاز کیا۔ احقر نے جہاز اڑنے سے قبل کراچی مولانا محمد حنیف خالد صاحب زید لطفہ سے رابطہ کیا اور اپنے پہنچنے کی اطلاع کی۔

جہاز نے بحمد اللہ تعالیٰ آٹھ بج کر دس منٹ پر کراچی ائرپورٹ پر لینڈ کیا اور ہم سب بخیریت کراچی پہنچے۔ اترتے ہی مغرب کی نماز ادا کی اور سامان لے کر باہر آئے۔ قاری شرافت اللہ صاحب کو لینے ان کے ماموں زاد جناب عبد الرحمن صاحب اور دیگر حضرات، جبکہ دار العلوم کراچی سے احقر کو لینے کیلئے مولانا محمد حنیف خالد صاحب پہنچے ہوئے تھے۔ احقر ان کے ہمراہ دار العلوم پہنچا۔ نماز کے بعد کھانا ہوا، اور پھر بارہ بجے شب تک محو گفتگو رہے۔

مؤرخہ ۲/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۲ھ بروز بدھ

صبح فجر کی نماز دار العلوم کی مسجد میں جماعت سے ادا کی۔ بعدہ حضرت مولانا محمود اشرف عثمانی صاحب مدظلہ سے ملاقات ہوئی۔ پونے نو بجے مولانا محمد حنیف خالد صاحب نے حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم سے ملاقات کے لیے دار الحدیث چلنے کیلئے کہا۔ ہم وہاں پہنچے تو حضرت حدیث پاک : المتبایعان بالخیار ما لم یتفرقا پر بحث فرما رہے تھے۔ سوا نو بجے سبق ختم ہوا تو حضرت سے ملاقات ہوئی۔ حسب سابق حضرت

بڑی شفقت سے ملے اور خیریت دریافت کی ۔ احقر نے تفصیل بتائی اور عرض کیا کہ میرا کافی عرصہ سے خیال تھا کہ آنجناب کی خدمت میں حاضری ہو، خاص طور سے اس وقت سے زیادہ تقاضا تھا جب سے آنجناب کی طبیعت زیادہ ناساز ہوئی ۔ فرمانے لگے : بھائی اصل چیز تو دعا ہے، سب احباب نے دعائیں کیں اور ہر جگہ اصحاب نے دعاؤں کا اہتمام کیا جو میرے تصور سے باہر تھیں، ان کی برکت سے حق تعالیٰ نے صحت اور ہمت عطا فرما دی ورنہ اس بیماری میں پہلی مرتبہ ایک خوف کی کیفیت طاری رہی ، جو پہلے کبھی کسی بیماری میں نہیں ہوئی تھی ۔ تاہم دعاؤں سے بحمداللہ تعالیٰ اب مکمل طور پر صحت بحال ہے ۔ پھر احقر کے لیے دعائیں فرمائیں، اور دار العلوم آنے اور آئندہ کے سفر پر خوشی کا اظہار فرمایا۔

کچھ دیر بعد دار الافتاء سے حضرت مولانا محمود اشرف عثمانی اور حضرت مولانا مفتی عبد الرؤف سکھروی مدظلہا کا پیغام ملا کہ ساڑھے بارہ بجے احقر دار الافتاء میں حاضر ہو۔ چنانچہ مولانا محمد حنیف خالد صاحب کے ہمراہ احقر دار الافتاء میں حاضر ہوا ۔ سب حضرات سے ملاقات ہوئی ، دراصل دار العلوم میں آج دار الافتاء جدید کا افتتاح تھا یہ دار الافتاء نئی طرز پر بنایا گیا ہے ۔ اس میں ہر مفتی کے بیٹھنے کی جگہ کیبن نما بنائی گئی ہے ۔ سوال پوچھنے والے حضرات کے لیے بینچ رکھا گیا ہے ۔ ہر مفتی کے لیے لیپ ٹاپ کی سہولت بھی موجود ہے ۔ جدید طرز کا شیشے نما کیبن بڑا ہی خوبصورت اور فن تعمیر کا شاہکار ہے ۔ افتتاح کے لیے حضرت صدر جامعہ مدظلہم وہیل چیئر پر تشریف لائے ۔ چونکہ ان کی کمر میں کئی دن سے تکلیف کا سلسلہ چل رہا ہے، اس لیے گاڑی سے اتار کر آپ کو دار الافتاء وہیل چیئر پر لایا گیا، اور یہ سارا نظام انہیں اسی پر دکھایا گیا ۔ انہوں نے بڑے غور سے دیکھا اور ایک ایک چیز کا جائزہ لیا۔ اسی دوران احقر کی ملاقات ہوئی ۔ بہت ہی خوشی اور مسرت کا اظہار فرمایا فرمانے لگے کہ صبح ہی آپ کے آنے کی خوشخبری ملی تھی، برادرم مولانا زبیر اشرف عثمانی،

مولانا راحت علی صاحب، مولانا یحییٰ عاصم صاحب، حضرت مولانا اصغر علی صاحب، حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب، حضرت مولانا عبد الرؤف سکھروی صاحب مد ظلہم وغیرہ سب حضرات سے یہیں ملاقات اور خیریت معلوم ہوئی۔

حضرت صدر صاحب مد ظلہم کے معائنہ کے دوران حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مد ظلہم بھی تشریف لے آئے۔ آخر میں حضرت صدر صاحب مد ظلہم نے بڑی جامع دعا کرائی، اور مٹھائی تقسیم ہوئی۔ اور پھر یہ پروگرام ختم ہوا۔ چونکہ ظہر کی اذان ہو چکی تھی اس لیے مسجد پہنچ کر نماز ادا کی۔ احقر دارالعلوم میں عصر تک رہا، اس کے بعد برادرم جناب عبدالغفور تھانوی صاحب کے ہمراہ ان کے گھر روانہ ہوا رات کا قیام انہی کے ہاں رہا۔

مؤرخہ ۳ / جمادی الاولیٰ ۳۲ھ سفر سعادت کا آغاز

احقر نے فجر کی نماز مسجد الصفا میں پڑھائی، اور پھر مختصر درس دیا، ساڑھے سات بجے ناشتہ کیا۔ تیاری کر کے برادرم حافظ عبدالغفور تھانوی صاحب کے ہمراہ سوا آٹھ بجے ائر پورٹ روانہ ہوا۔ قاری شرافت اللہ صاحب پہلے ہی پہنچ چکے تھے نو بجے احقر بھی پہنچ گیا۔ یہاں جناب عبد الرحمن صاحب سے ملاقات ہوئی۔ سب حضرات سے رخصت ہو کر احقر لاؤنج میں پہنچا، قاری شرافت اللہ صاحب پہلے ہی منتظر تھے۔ جناب زاہد صاحب نے فوری طور پر احقر کا بورڈنگ کارڈ حاصل کیا، اور تمام مراحل بہت جلد طے کرا دیے۔ پھر ہم دیگر مراحل سے گزر کر انتظار گاہ میں پہنچے۔ کچھ دیر بعد احرام کی چادریں پہنیں اور نوافل ادا کر کے دعائیں کیں، لیکن ابھی نیت نہیں کی۔ عمرہ کی نیت جہاز کی پرواز کے دوران کھانے کے بعد کی۔

گیارہ بجے کے بعد جہاز میں بیٹھنے کا اعلان ہوا، چنانچہ سب حضرات اس میں سوار ہو گئے۔ گیارہ بج کر پچاس منٹ پر دعائیں پڑھیں، اور جہاز نے زمین کو چھوڑ دیا اور ہم سفر

مقدس پر روانہ ہوئے۔ بحمداللہ تعالیٰ جہاز رواں دواں ہے اور سب حضرات شاداں وفرحاں مکہ معظمہ کی حاضری اور بیت اللہ کے دیدار کے شوق وجذبہ سے سرشار یہ سفر طے کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہمیں حرمین شریفین کی حاضری، عمرہ کی سعادت اور وہاں کے آداب بجالانے کی توفیق عطا فرمائے، اور بخیریت سب کو وہاں پہنچائے۔ آمین یا رب العالمین۔ بحمداللہ تعالیٰ سعودی وقت کے مطابق دو بجے ہم جدہ پہنچ چکے ہیں۔ جہاز نے ابھی لینڈ کیا ہے، ان شاءاللہ کچھ دیر بعد جدہ ائر پورٹ پہنچ کر انٹری وغیرہ کے مراحل سے گزرنا ہوگا اللّٰھمّ سھل عجل کمل۔

۴ / جمادی الاولیٰ ۳۲ ھ مکہ معظمہ میں حاضری کی سعادت

جدہ میں ایک گھنٹہ انتظار کے بعد پاسپورٹ کے اندراج وغیرہ کا مرحلہ شروع ہوا۔ بحمداللہ اس سے بہت جلد فراغت ہوئی۔ لیکن بس میں بہت وقت انتظار کیا۔ ایک گھنٹہ کے بعد پانچ بجے بس روانہ ہوئی، اور ہم سات بجے مکہ معظمہ پہنچے۔ یہاں کے مراحل سے گزر کر آٹھ بجے رہائش گاہ پر پہنچے۔

عمرہ کی ادائیگی

آٹھ بجے سے گیارہ بجے تک کچھ معمولات پورے کیے اور عشاء کی نماز بھی ادا کی۔ گیارہ بجے کے بعد ہوٹل سے عمرہ کی ادائیگی کے لیے روانگی ہوئی، اور تلبیہ پڑھتے ہوئے باب ملک عبدالعزیز سے مسجد الحرام میں داخلہ ہوا، ایک سال کے بعد حق تعالیٰ نے ایک مرتبہ پھر بیت اللہ شریف کا دیدار نصیب فرمایا۔ پہلی نظر پر جو دعائیں ممکن ہوسکیں وہ کیں، اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں۔

قاری شرافت اللہ صاحب احقر کے ہمراہ تھے۔ گروپ کے دیگر افراد خواتین وحضرات مولانا عبدالرشید صاحب سکھروی کے ساتھ تھے۔ ہم دونوں نے تقریباً پون گھنٹہ

میں طواف کیا۔ چونکہ اس طواف کے بعد سعی بھی تھی، اس لیے پہلے تین چکروں میں رمل ہوا اور اضطباع تو پہلے حجر اسود پر کر لیا گیا تھا۔ اس کی وجہ سے طواف میں کچھ وقت زیادہ لگا۔ طواف کے بعد دو رکعت واجب الطواف پڑھیں۔ پھر زمزم پی کر دوان استلام کیا۔ اور سعی کیلئے صفا پر پہنچ گئے۔ یہ بھی ایک گھنٹہ میں مکمل ہوئی۔ پھر مسجد الحرام میں آکر دو رکعات ادا کیں۔ اس کے بعد حلق کرایا۔ اس طرح عمرہ مکمل ہوا۔ والحمد للہ علی ذلک۔ ہم کچھ دیر مسجد سے باہر رہے چونکہ نماز فجر کا وقت ہو چکا تھا اس لئے وضو کر کے فجر کی نماز ادا کی۔ اس کے بعد رہائش گاہ پر پہنچے۔

۵ / جمادی الاولیٰ ۳۲ھ جمعۃ المبارک

فجر بعد رہائش گاہ پر آکر بعد الفطور کچھ دیر آرام کیا۔ پھر تیاری کر کے جمعہ کی نماز کے لیے مسجد الحرام میں حاضری ہوئی۔ رش زیادہ تھا اس لیے جگہ دوسری منزل پر ملی۔ نماز مغرب کے بعد حرم میں حطیم کے سامنے عشاء تک بیٹھے رہے۔ عشاء کے بعد حرم میں جناب لودھی صاحب سے ملاقات ہوئی۔ پھر جناب قاری محمد رفیق صاحب حفظہ اللہ سے اصل مسند پر ملاقات ہوئی۔ ان کے بیٹے عزیز مقداد وغیرہ بھی ہمراہ تھے۔ برادر عزیز قاری اسامہ رفیق سلمہ اور شیخ خالد حفظہ اللہ سے جدہ میں سنن ابی داود کے موضوع پر بات ہوئی۔ اور اس کے پڑھنے کے طریق کار پر گفتگو ہوئی۔ طے ہوا کہ احقر کل ظہر کے بعد جدہ کے لیے روانہ ہوگا۔ اور مزید گفتگو اور بات چیت جدہ پہنچ کر ہوگی۔ پھر یہ حضرات واپس ہوئے۔ اور ہم نے ایک بجے کے بعد آرام کیا۔

۶ / جمادی الاولیٰ ۳۲ھ

صبح فجر کی نماز ادا کی۔ اس کے بعد خیال تھا کہ کچھ دیر آرام کے بعد ناشتہ ہوگا۔ لیکن مولوی حبیب اللہ سلمہ آ گئے۔ ان سے کافی دیر تک گفتگو رہی۔ انہوں نے اصرار سے ناشتہ

بھی کرایا اور احقر کو بلڈنگ پر پہنچا گئے۔ دوپہر کا کھانا کھا کر احقر اور جناب قاری شرافت اللہ صاحب جدہ کے لیے روانہ ہوئے، تین بجے جدہ پہنچے، قاری اسامہ نے وصول کیا، گھر لے گئے۔ انہوں نے تواضع کی۔ پھر عصر کا وقت ہوگیا اور ہم نے عصر کی نماز ادا کی۔ اور اس کے بعد شیخ حمدان حفظہ اللہ کے محل کی طرف چل دیے۔ وہاں حضرات پہلے سے منتظر تھے۔ تقریباً پانچ بجے احقر نے محفل میں شریک حضرات کو مسلسل بالاولیۃ سنائی اور پھر طلبہ سے حدیث کی کتاب ابو داود شریف پڑھنے کے لیے کہا۔ خالد صاحب نے تلاوت شروع کی۔ ساڑھے دس بجے تک ۳۹۰ احادیث کی تلاوت ہوئی اور بعض احادیث پر تعلیق کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ درمیان میں مغرب اور عشاء بھی ادا کی۔ ساڑھے دس بجے ہم نے کھانا کھایا، کھانے سے فارغ ہوئے تو شیخ ناصر کے ہمراہ مکہ معظمہ کے لیے روانہ ہوئے۔ شیخ ناصر مکہ معظمہ ام القری یونیورسٹی میں پڑھاتے ہیں اور ابو داؤد کی قراءت میں شریک ہیں۔ طے یہی ہوا کہ وہ احقر کو روزانہ مکہ معظمہ میں تین بجے وصول کیا کریں گے اور سبق کے بعد واپس مکہ معظمہ پہنچا دیں گے۔ چنانچہ ہم حسب قرارداد ان کے ہمراہ واپس آئے، اور راستہ میں ان سے تبادلہ خیال ہوتا رہا، انہوں نے اپنے حالات اور مصروفیات سے مطلع کیا۔ مکہ معظمہ پہنچ کر ہم رہائش گاہ پہنچے تو اس وقت رات کا ایک بج چکا تھا، اس لیے آرام کے لیے اپنے اپنے بستروں پر دراز ہو گئے اور آرام کیا۔

۷ / جمادی الاولیٰ ۳۲ھ اتوار

صبح نماز ادا کی، اور پھر آرام کیا۔ اٹھ کر ناشتہ کیا، اور پھر حرم میں حاضری ہوئی۔ وہاں مناجات مقبول پڑھی اور دعاؤں کا سلسلہ رہا۔ ظہر کے بعد کھانا کھایا، پھر تین بجے محلہ اجیاد باب عبد الملک کے سامنے پہنچ گئے۔ تین بج کر نو منٹ پر شیخ ناصر حفظہ اللہ تشریف لے آئے اور ہم ان کے ہمراہ جدہ روانہ ہوئے۔ راستہ میں عصر کی نماز ادا کی۔ عصر پڑھتے

ہی بر وقت ساڑھے چار بجے ہم شیخ حمدان حفظہ اللہ کے محل پہنچے۔ اور ابوداود شریف کی تلاوت شروع ہوئی۔ کل احقر نے بعض احادیث پر تعلیقات کا سلسلہ جاری رکھا تھا لیکن بعض احباب کا خیال تھا کہ شاید اس طرح کتاب مکمل نہیں ہوگی اس لئے آج زیادہ تر حدیث پاک کی عبارت کا اہتمام رہا۔ اور کل سے زیادہ احادیث ہوئیں۔ مغرب عشاء کا وقفہ ہوا۔ اور پونے گیارہ بجے تک سبق ہوا۔ بحمد اللہ کل ایک ہزار سے زائد احادیث ہوگئی ہیں۔ صرف آج چھے سو سے زیادہ احادیث پڑھی گئیں، اس کے بعد کھانا ہوا۔ کل کھانے میں بہت سے حضرات شریک تھے۔ آج نسبتاً افراد کم تھے، لیکن کھانا کل کی طرح بہت ہی پر تکلف تھا۔ آج بعض احباب بطور خاص احادیث پاک کی تلاوت کرنے والے شیخ خالد سے تعارف ہوا۔ آج جب مکہ معظمہ پہنچے تو ایک بج چکا تھا، اور لیٹتے لیٹتے دو ہی بج گئے۔

ابو داود شریف کی قراءت کی وجہ سے اگرچہ حرم میں زیادہ حاضری اور وہاں کے معمولات نہیں ہو رہے۔ لیکن حدیث کی خدمت کا موقع بھی حق تعالیٰ کی نعمت ہے اس لئے کل سے طبیعت پر ایک عجیب سی خوشی اور سکون محسوس ہو رہا ہے تا ہم حق تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ حرم کی برکات سے محروم نہ فرمائے۔ اور اخلاص وصدق نیت سے حدیث پاک کی اس دولت وسعادت سے بہرہ ور فرمائے۔ اور جانبین کے لیے اسے فلاح دارین کا ذریعہ بنائے۔

۸/ جمادی الاولیٰ ۳۲ ھ سوموار

احقر نے فجر کی نماز کے بعد ناشتہ کیا اور پھر آرام کے بعد حرم میں پہنچ گیا، مناجات مقبول اور دیگر معمولات پورے کیے۔ پھر اپنی اسانید اور ابو داؤد شریف پڑھنے والوں کیلئے سند مرتب کی۔ نماز کے بعد واپسی ہوئی، کھانا کھایا، اور ڈھائی بجے کے بعد رہائش گاہ سے روانگی ہوئی۔ تین بجے کے بعد شیخ ناصر پہنچے، ان کے ساتھ جدہ روانہ ہوئے۔ موصوف نے

احقر کو علامہ جلال الدین سیوطی کی ترمذی کی شرح قوت المغتذی پر اپنی تعلیقات سے شائع شدہ نسخہ پیش کیا، جو حال ہی میں بڑی آب وتاب سے طبع ہوکر آیا ہے۔ ان کے بقول پہلا نسخہ انہوں نے احقر کو ہی دیا۔ اور دوسری عجیب چیز (مدنبوی ﷺ) صدقۃ الفطر کیلئے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا جو مد تھا، سند متصل سے شیخ کے پاس اس کی مقیاس موجود ہے احقر کو اپنی سند کے ساتھ انہوں نے پیش کیا جس سے بہت خوشی ہوئی۔ آج ہم نے عصر کی نماز شیخ حمدان حفظہ اللہ کی منزل کے قریب مسجد میں ادا کی اور پھر ابوداود شریف کی قراءت شروع ہوئی۔ آج بحمد اللہ سات سو احادیث پڑھی گئیں۔ اس طرح سترہ صد احادیث ہو چکی ہیں۔ ہم آج ساڑھے گیارہ بجے فارغ ہوئے اور ہمیں مکہ معظمہ پہنچتے پہنچتے ایک بج گیا۔

۹/ جمادی الاولیٰ ۳۲ھ منگل

نماز فجر کے بعد ناشتہ کیا اور لیٹ گیا، نو بجے بیدار ہوا۔ ظہر کے بعد پہلے برادرم مولانا اشرف صاحب زید مجدہم کے ساتھ ان کی رہائش گاہ پر اور پھر اپنی رہائش گاہ پر جانا ہوا۔ کچھ دیر بعد کھانا کھایا۔ اور پھر قاری شرافت اللہ صاحب کے ساتھ باب ملک عبد العزیز کی طرف روانگی ہوئی۔ شیخ ناصر تین بجے پہنچ گئے، اور پونے چار بجے ہم شیخ حمدان کے گھر تھے۔ نماز عصر کے بعد قراءت شروع ہوئی۔ مغرب اور عشاء کی نماز کا وقفہ ہوا، اس کے بعد قراءت کا سلسلہ چلتا رہا۔ ساڑھے گیارہ بجے تک کتاب الصوم والاعتکاف مکمل ہوئی فللہ الحمد ولہ الشکر۔ بارہ بجے مکہ مکرمہ واپسی کے لیے روانہ ہوئے۔ ایک بجے بفضلہ تعالیٰ مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔ حسب سابق شیخ ناصر سے مختلف موضوعات پر بات چیت ہوتی رہی۔

۱۰/ جمادی الاولیٰ ۳۲ھ بدھ

صبح فجر کی نماز جماعت سے ادا کی۔ چونکہ رات بہت دیر سے لیٹے تھے نیند کا بہت غلبہ تھا، اس لیے بغیر ناشتہ کیے ہی احقر لیٹ گیا۔ دس بجے آنکھ کھلی۔ ظہر سے قبل حرم پہنچ

گیا۔ معمولات پورے کر کے نماز کے بعد واپسی ہوئی ۔گیارہ بجے کے قریب جامعہ حقانیہ سے مولوی امام الدین صاحب کا فون آیا۔ جس سے جامعہ کے حالات اور خیریت معلوم ہو کر اطمینان ہوا۔ نماز کے بعد رہائش گاہ پر آگیا۔ ڈھائی بجے کھانا کھایا۔ تین بجے شیخ ناصر پہنچ گئے۔ اور ان کے ساتھ جدہ کا سفر شروع ہوا۔ راستہ میں تفصیلی گفتگو ہوئی ۔ چار بجے شیخ ناصر کے ساتھ جدہ مسجد الرحمۃ پہنچ گئے۔ نماز کے بعد ابو داود شریف کی قراءت شروع ہوئی ۔ مغرب اور عشاء کا وقفہ ہوا۔ گیارہ بجے رات تک مسلسل قراءت کا سلسلہ جاری رہا۔ کتاب الجنائز ان شاء اللہ کل شروع ہوگی ۔ ومنه التوفيق لاكمال بقية الابواب ۔ ہم گیارہ بجے جدہ سے روانہ ہوئے اور بخیریت بارہ بجے مکہ معظمہ پہنچے۔

۱۱/ جمادی الاولیٰ ۳۲ھ جمعرات

گزشتہ رات احقر دو بجے کے قریب سونے کے لیے لیٹا تھا۔ درمیان میں وقفہ وقفہ سے آنکھ کھلتی رہی۔ ساڑھے چار بجے اٹھا اور پھر لیٹ گیا۔ نماز فجر کے وقت نماز ادا کی ۔ پانچ بج کر پچیس منٹ پر مولوی آصف چنیوٹی سلمہ نے فون کیا۔ پہلے اپنے ماموں کے انتقال کا بتایا اور پھر جناب ماموں فتح محمد شاہ صاحب کے انتقال کی خبر دی انا لله وانا اليه راجعون۔ مرحوم کئی روز سے بیمار تھے ۔ درمیان میں افاقہ بھی ہوا۔ اب طبیعت قدرے سنبھلی ہوئی تھی۔ احقر اس مبارک سفر پر آنے کے لیے تیار تھا ، اس وقت ان کے متعلق معلوم کیا تو مجھے یہی بتایا گیا کہ اب کافی افاقہ ہے ، جس سے مجھے اطمینان تھا۔ خواہش کے باوجود مصروفیات کی وجہ سے ملاقات بھی نہ ہو سکی ایک روز برخوردار عبدالقدیر سلمہ نے بتایا کہ ماموں آپ کا پوچھ رہے تھے اس وقت ان سے ملنے کا تقاضا پیدا ہوا لیکن مصروفیات حائل ہوئیں اور احقر ان سے نہ مل سکا و كان امر الله قدرا مقدورا۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے ، اور تمام خطاؤں کو معاف فرمائے ۔ پس ماندگان کو صبر و اجر

سے نوازیں ۔ احقر آٹھ بجے حرم میں گیا اور موصوف کے ایصال ثواب کے لیے طواف کر کے دعا کی ۔ اللہ تعالیٰ قبول کرے ۔ حرم سے واپس آکر ناشتہ کیا ۔ اور پونے گیارہ بجے شیخ ناصر کے انتظار میں موقف پر پہنچ گیا ۔ گیارہ بجے جدہ روانہ ہوا ، اور بارہ بجے مسجد الرحمۃ پہنچا ۔ ظہر کی نماز کے بعد قراءت شروع ہوئی ۔ عصر مغرب اور عشاء کا وقفہ ہوا ۔ بارہ بجے رات تک قراءت ہوئی الحمدللہ کتاب کا اکثر حصہ مکمل ہوگیا ہے ۔ اب تقریباً ایک ہزار احادیث باقی ہیں ۔ ان شاء اللہ امید ہے کہ کل تکمیل ہوجائے گی ۔ اللّٰهُمَّ يسر وتمم آمین ۔ رات بارہ بجے ہم جدہ سے روانہ ہوکر ایک بجے مکہ معظمہ پہنچے ۔ چونکہ گروپ کے ساتھی آج صبح مدینہ منورہ جا چکے تھے ، اس لیے رہائش کی تبدیلی ہوئی ۔ دو بجے احقر کمرہ میں پہنچا ۔ لیکن کافی دیر تک نیند نہیں آئی ۔ غالباً چار بجے آنکھ لگی ۔ حالانکہ گذشتہ رات بھی نیند پوری نہیں ہوئی تھی ۔ اور پھر دن میں بھی آرام نہیں ہوا ۔ لیکن حدیث پاک کی برکت سے طبیعت پر کسی قسم کا بوجھ نہیں ہے وللہ الحمد وله الشكر ۔

۱۲/ جمادی الاولیٰ ۳۲ ھ جمعۃ المبارک

رات دیر سے سویا ، اس کے باوجود بر وقت آنکھ کھل گئی اور فجر کی نماز ادا کی ۔ اس کے بعد آٹھ بجے تک آرام کیا ۔ پھر جمعہ کی تیاری کی ، احقر دس بجے کے بعد حرم میں پہنچ گیا تھا ، اذان کے وقت باب جیاد پر آکر نماز ادا کی ۔ اور شیخ کا خطبہ سنا ۔ انہوں نے اپنے فصیح وبلیغ خطبہ میں مسلمانوں کو حق تعالیٰ سے ڈرنے اور شریعت کے احکام کی پابندی کے ساتھ ایک دوسرے سے تعاون وتناصر کی اہمیت پر زور دیا ۔ احقر شیخ ناصر حفظہ اللہ کے انتظار میں بیٹھا تھا اچانک انہیں اپنی ہی صف میں بیٹھا ہوا دیکھ کر خوشی اور حیرانی ہوئی ۔ وہ بھی خوش ہوئے ۔ نماز سے فارغ ہوکر اپنے ساتھ عزیزیہ میں اپنے گھر لے گئے ، اور بڑے پر تکلف طریقے پر انہوں نے استقبالیہ دیا ۔ احقر کو مدنبوی ﷺ کی تحریری سند بھی عطا کی جو درج ذیل ہے :

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سندالمدالنبوی

الحمدللہ رب العالمین،والصلاۃوالسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین وعلی آلہ وازواجہ وذریتہ اجمعین وبعد:فقدناولت اخی المحدث المحقق المدقق الشیخ عبدالقدوس بن عبدالشکور الترمذی ھذالمقیاس للمدالنبوی ،والذی عادلت احملہ بمدالشیخ ابوعبدالستاراسمٰعیل بن عبدالستاربن ھادی المیمنی المعادل مدہ بمدالشیخ ابی ذکریا یحی بن عثمان المدرس العظیم آبادی ،المعادل مدہ بمدابی سعیدمحمدبن عبداللہ اللکنوی ،کماعادلہ الشیخ یحی بن عثمان المدرس ،والشیخ ابوخالدعبدالوکیل بن عبدالحق الھاشمی، بمدالشیخ ابی محمدعبدالحق بن عبدالواحدالھاشمی المعادل بمدالشیخ عبدالودودالبھوفالی المعادل مدیھمابمدالشیخ احمداللہ البھوفالی المعادل مدہ بمدالشیخ الحافظ محمود البھوفالی المعادل مدہ بمدالشیخ محمدایوب البھوفالی المعادل مدہ بمدالشیخ ابی سلیمان محمداسحٰق المعادل مدہ بمدالشیخ محمدرفیع الدین المعادل مدہ بمدالشیخ محمدحیات الحنبلی المعادل مدہ بمدالشیخ ابی الحسن بن محمدصاد ق المعادل مدہ بمدالشیخ ابی حسن بن ابی سعیدبن ابی یوسف بن عبدالحق المعادل مدہ بمدالشیخ ابی یعقوب المعادل مدہ بمدالشیخ الحسین بن یحی الیشکری المعادل مدہ بمد الشیخ ابراھیم بن عبدالرحمٰن النجاشی المعادل مدہ بمدالشیخ ابی علی منصوربن یوسف القواص المعادل مدہ بمدالشیخ ابی جعفر احمدبن علی بن عربون المعادل مدہ بمدالشیخ ابی بکراحمدبن حنبل المعادل مدہ بمدالشیخ ابی اسحٰق ابراھیم بن الشنظیر وبمد الشیخ ابی جعفربن میمون المعادل مدیھمابمدزیدبن ثابت الانصاری رضی اللہ عنہ الذی کان یؤدی بہ ز کاۃالفطرالی النبی صلی اللہ علیہ وسلم

کتبہ واجازبہ الراجی عفوربہ ومولاہ

الدکتورابوحمزہ ناصربن محمدالغریبی

وتم تحریرماسبق فی ۱۴۳۲/۵/۹ھ ۲۰۱۱/۴/۱۳م

دو بجے ہم جدہ کے لیے روانہ ہوئے۔ آب زم زم اور عجوہ کھجور بھی شیخ نے ساتھ رکھ لی۔ تین بجے ہم مکتب شیخ حمدان پہنچ گئے اور سنن ابی داؤد کی قراءت شروع ہوئی۔ عصر مغرب اور عشاء کی نمازوں کا وقفہ ہوا۔ ساڑھے گیارہ بجے تک مسلسل قراءت چلی اور بحمد اللہ ۵۲۷۶ احادیث ساڑھے گیارہ بجے مکمل ہوئیں۔ ایک ہی طالب علم عزیز خالد سلمہ نے قراءت کی۔ اور بہت ہی اعلیٰ انداز سے صاف صاف ایک ایک حدیث کو پڑھا۔ حق تعالیٰ ان کے اس عمل کو قبول کریں۔ اور ان کے لیے مبارک فرمائیں۔ سب حضرات نے اس پر خوشی کا اظہار کیا۔ احقر نے اس کے بعد دس کتب کے اوائل پڑھ کر ان کی اجازت دی۔ پھر احادیث مسلسلہ کی اجازت کا سلسلہ شروع ہوا۔ مصافحہ، مشابکہ کا عمل بھی ہوا۔ اور ضیافت علی الاسودین کی اجازت کیلیے زم زم اور عجوہ سے ان کی ضیافت کی۔ اور احادیث بھی سنائیں۔ مسلسل بالقراءۃ سورۃ الصف میں سورۃ الصف کی تلاوت بھی کی گئی۔ پھر شیخ ناصر نے بڑے جامع انداز میں طلبہ کو اس سلسلہ کی اہمیت اور احادیث کو سمجھنے کی ضرورت پر کلام کیا۔ اور یوں دعا پر یہ مبارک مجلس اختتام پذیر ہوئی۔ والحمد للہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات والصلاۃ والسلام علی سید الخلق اشرف المخلوقات فللہ الحمد اولاً وآخراً۔ اس کے بعد کھانا ہوا۔ اور احقر کی جانب سے جو سند جاری کی گئی، اس پر حضرات نے دستخط لیے۔ شیخ خالد حکمی حفظہ اللہ نے احقر کا شکریہ ادا کیا۔ قاری اسامہ رفیق نے بھی اس تقریب میں شرکت کی پھر ہم وہاں سے ایک بجے واپس ہوئے دو بجے احقر مکہ معظمہ پہنچا اور دار السعید میں جا کر آرام کیا۔ یاد رہے کہ سنن ابی داود احقر نے ۱۴۰۳ھ میں ولی کامل حضرت اقدس صوفی محمد سرور صاحب مدظلہم سے جامعہ اشرفیہ لاہور میں پڑھی تھی۔ اور حضرت نے جو افادات فرمائے تھے، انہیں لکھا بھی تھا۔ اس کے بعد بخاری شریف اور ترمذی شریف بطور خاص پڑھانے کا موقع ملا۔ ابوداود شریف کے کچھ

ابواب پڑھاتا رہا، لیکن مکمل طور پر ابوداود شریف پہلی مرتبہ سننے کی سعادت ابھی حاصل ہوئی۔ اور وہ بھی صرف ایک ہفتہ کی مختصر سی مدت میں فللہ الحمدولہ الشکر۔

احقر کے سامنے بذل المجہود کا جدید نسخہ تھا جو حال ہی میں تیرہ جلدوں میں شائع ہوا ہے یہ نسخہ بہت ہی عمدہ ہے۔ ابوداود شریف کا پورا متن اور اختلاف نسخ کی تفصیل حاشیہ میں موجود ہے۔ اس سے بہت ہی سہولت رہی۔ قاری اسامہ رفیق سلمہ نے احقر کو یہ نسخہ مہیا کیا جزاہ اللہ خیرا۔ احقر نے دورہ ابوداؤد شریف میں شریک حضرات کے اصرار پر انہیں درج ذیل سند بھی لکھ کر دی:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صورة اجازة كتب الحديث الشريف

قال عبداللہ بن المبارک رحمہ اللہ تعالی الاسناد من الدین ولولا الاسناد لقال من شاء ماشاء

الحمدللہ رب العالمین ،والعاقبة للمتقین ،والصلاة والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین وعلی آلہ وصحبہ اجمعین ومن تبعھم باحسان الی یوم الدین امابعد:

فقدقرأعلی اخی فی الدین الاعز ----------

السنن للامام ابی داودرحمہ اللہ تعالی من اولہ الی آخرہ،واستجازنی علی حسن ظن بی الصحاح الستة مع المؤطین لامام دارالھجرةمالک رحمہ اللہ تعالی ، ومحمدبن الحسن الشیبانی رحمہ اللہ تعالی والشمائل للامام الترمذی رحمہ اللہ تعالی فاجزتہ بعدقراءة الحدیث المسلسل بالاولیة،لسنن ابی داودرحمہ اللہ تعالی خاصة ،وبجمیع مرویاتی عامة،مع الاحادیث المسلسل السبعة کمااجازنی مشایخی الکرام ،وان لم اکن اھلاًلہ واوصیہ ونفسی بتقوی اللہ تعالی فی السر والعلن، ماظھرمنھا ومابطن، وان یتبع السنة السنیة،ویجتنب المحدثات الشنیعة،وان لاینسانا ومشایخناالکرام فی دعواتہ الصالحةفی خلواتہ وجلواتہ

وآخردعوناان الحمدللہ رب العالمین،وصلی اللہ وسلم علی خیرخلقہ محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

کتبہ الاحقر عبدالقدوس المفتی عبدالشکور الترمذی
غفراللہ لہ ولوالدیہ ولمن لہ حق علیہ
خادم الفقہ والحدیث بالجامعۃ الحقانیۃ
بساھیوال من مضافات سرجودھا البنجاب الباکستان
تحریرا فی یوم الجمعۃ ۱۱/ جمادی الاولی سنۃ ۱۴۳۲ھ
بمکتبۃ الشیخ الفاضل /د احمد بن عبدالعزیز الحمدان بمدینۃ جدۃ حرسھا اللہ

۱۳/ جمادی الاولی ۳۲ ھ ہفتہ

۷/ اپریل شام کو مکہ معظمہ میں جمعرات کے آئندہ جمعہ کی شب میں حاضری ہوئی تھی۔ گروپ کے باقی حضرات آئندہ جمعرات کو مدینہ طیبہ روانہ ہو گئے۔ احقر جدہ میں ابوداؤد شریف کی قراءت کی تکمیل کی وجہ سے ٹھہر گیا۔ قاری شرافت اللہ صاحب بھی احقر کی وجہ سے گروپ کے ساتھ مدینہ منورہ نہیں گئے۔ چونکہ بفضلہ تعالیٰ گذشتہ رات ابوداود شریف مکمل ہوگئی، اس لیے آج ہم نے مدینہ طیبہ حاضری کا پروگرام بنا لیا۔ کیونکہ رات آرام کا موقع کم ملا تھا اس لئے صبح فجر کی نماز کے بعد آرام کیا۔ ساڑھے دس بجے ناشتہ کر کے احقر حرم میں حاضر ہوا۔ ظہر کے بعد واپسی ہوئی۔ پھر سوا تین بجے ہم مدینہ طیبہ کے لیے روانہ ہوئے۔ اس مبارک سفر کے لیے ہم نے اپنی ٹیکسی کر لی تھی۔ ڈرائیور بالکل نوجوان اور خوش اخلاق محمد نامی مدینہ منورہ ہی کا رہنے والا تھا۔ اس لیے پورے سفر میں اس نے ہمیں خوب خوش رکھا۔ اس سے مختلف موضوعات پر وقتاً فوقتاً گفتگو ہوتی رہی۔ راستہ میں عصر کی نماز پڑھی۔ اور کھانا کھایا۔ اس نے ہمیں قہوہ پلایا۔ گاڑی نئی تھی، اس کی رفتار بہت تیز رہی۔ اس طرح ہم مدینہ منورہ کی طرف تیزی سے رواں رہے، اور درود شریف کی کثرت کا بھی اہتمام رہا۔ قاری شرافت اللہ صاحب، ان کی اہلیہ اور احقر ہم تین حضرات شریک سفر تھے۔ آٹھ بجے شب بحمد اللہ مدینہ طیبہ پہنچے۔ یہاں پہنچتے ہی دل باغ باغ ہوگیا اور دل کو خاص

فرحت و سرور محسوس ہوا اپنی رہائش گاہ تک پہنچتے پہنچتے آدھ گھنٹہ مزید لگ گیا۔ اس طرح ساڑھے آٹھ بجے تک ہمارا یہ سفر اپنی منزل مقصود تک پہنچ کر منتہی ہوا۔ احباب سے ملاقات ہوئی، پھر آرام کیا۔ ان شاء اللہ صبح مسجد نبوی ﷺ میں حاضری ہوگی، اور نماز کے بعد صلاۃ وسلام عرض کرنے کی سعادت بھی حاصل کی جائے گی۔

۱۴/جمادی الاولیٰ ۳۲ھ بارگاہ سید کونین ﷺ میں حاضری

صبح تہجد کے وقت بیدار ہوکر نوافل ادا کرنے کے بعد مسجد نبوی میں حاضری ہوئی، سنتیں ادا کیں اور نماز جماعت سے پڑھی، حق تعالیٰ نے ایک بار پھر یہاں کی حاضری سے بہرہ مند فرمایا فللہ الحمد ولہ الشکر۔ نماز کے بعد حضرت رسالت مآب رحمت للعالمین سرور دو عالم شفیع المذنبین ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوکر سلام عرض کیا اور دیگر احباب کا سلام پہنچایا۔ پھر حضرت سیدنا صدیق اکبر، اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی خدمت میں بھی سلام عرض کیا۔ احقر واپس مسجد شریف میں آیا، تو برادرم مولانا اشرف علی صاحب، مولوی حبیب اللہ سلمہ اور دیگر حضرات سے ملاقات ہوگئی۔ اشراق کے بعد سب حضرات نے چودھری اویس صاحب سرگودھوی کے اصرار پر اکٹھے ناشتہ کیا، اور پھر اپنی رہائش گاہ پر پہنچ گئے۔ کچھ دیر بعد مولوی عثمان سلمہ کے ہمراہ مسجد میں پہنچ گئے، اور نماز کے بعد ان کی رہائش گاہ پر جاکر کھانا کھایا۔ احقر عصر کی نماز کے لیے مسجد میں حاضر ہوگیا اور پھر عصر سے عشاء تک یہاں حاضر رہا۔ عصر کے بعد فیصل آباد دار القرآن کے مدرس مولانا لیاقت علی صاحب مل گئے۔ ان سے مغرب تک مجلس رہی۔ مولوی حبیب اللہ صاحب بھی آخر میں شریک ہوئے۔ مغرب کے بعد جناب سعید محمد صاحب قریشی تشریف لے آئے۔ ان کو احقر کی آمد کی اطلاع پہلے سے ہو چکی تھی، مل کر خوش ہوئے۔ سرگودھا کے مولانا محمد ایوب صاحب جو اپنے سسر اور اہلیہ کے ہمراہ عمرہ پر آئے ہوئے ہیں، وہ بھی ملاقات کے لیے پہنچ

گئے ۔ عشاء کی نماز کے بعد مولانا قاری احمد اللہ صاحب تشریف لے آئے ۔ ان سے بھی ملاقات ہوئی ۔

۱۵/ جمادی الاولیٰ ۳۲ھ سوموار

صبح فجر کی نماز با جماعت مسجد نبوی میں ادا کی ، اشراق تک حاضری رہی ۔ ظہر کے لیے مسجد میں حاضر ہوا اور جماعت کے ساتھ نماز ادا کی ۔ عصر کے بعد احقر بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا اور درخواست استشفاع پیش کی ۔ اور جن حضرات نے سلام کے لیے کہا تھا ان کا سلام بھی عرض کر دیا ۔ زیادہ رش نہیں تھا اس لئے آج سکون واطمینان سے حاضری کا موقع ملا ۔ ساتھ ہی شیخین مکرمین رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھی سلام عرض کرنے کی سعادت حاصل کی ۔ اس کے بعد احقر مسجد نبوی کے صحن میں آکر مقررہ جگہ پر بیٹھ گیا اور معمولات پورے کیے ۔ عشاء تک یہیں رہا ۔

آج بعد عشاء ہم محترم جناب مولانا عبد الرحمن کوثر صاحب زید مجدہم کے ہمراہ ان کے گھر حاضر ہوئے ۔ کھانا بھی ہوا اور ان کے ساتھ بہت سے موضوعات پر تبادلہ خیالات بھی ۔ حضرت والد ماجد قدس سرہ کا رسالہ ''فسق یزید'' کے نام سے جو حال ہی میں طبع ہوا ہے ، ہندوستان میں ایک دینی ادارہ کے مفتی صاحب اور مولانا عبد الرحمن کوثر صاحب کو قاری شرافت اللہ صاحب نے پیش کیا ۔ مسئلہ یزید پر ہندوستان کے عالم کے ساتھ بحث چل پڑی ۔ ان کا موقف یزید کی عدالت کا تھا ۔ جب کہ احقر اور مولانا کوثر صاحب نے بڑے مدلل انداز میں اس کے فسق کا موقف پیش کیا ۔ اور کافی دیر تک بحث رہی ۔ احقر کو بڑا دکھ ہوا کہ ہمارے ایک عظیم اور قدیم ادارہ کے ذمہ دار منصب پر فائز حضرات کا موقف یزید کے متعلق جمہور علماء کرام سے بالکل مختلف ہے ، جو یقیناً قابل اصلاح ہے ۔ بہرحال انہیں تاکیداً کہا گیا کہ وہ اپنے اس موقف پر نظر ثانی کریں ۔ انہوں نے اس کا وعدہ کیا ۔ خواتین کی

تبلیغ اور خود تبلیغی جماعت کا بھی تذکرہ آیا. احقر نے اپنا موقف پیش کیا. ان ہندوستانی عالم صاحب کا بھی یہی موقف تھا. آخر میں مولانا عبد الرحمن کوثر صاحب حفظہ اللہ نے جامع الفتاوی کا کام دکھایا جسے دیکھ کر ازحد خوشی ہوئی. احقر نے انہیں حضرت جد امجد مولانا مفتی عبد الکریم گمتھلوی رحمہ اللہ کے فتاوی اور حضرت والد ماجد قدس سرہ کے بعض افادات کی سی ڈی دی. اور جامع الفتاوی کی بعض جلدوں کا جائزہ لیا. مولانا نے جامع الفتاوی سے متعلق تحریری طور پر اپنی رائے لکھنے کے لیے فرمایا. چنانچہ احقر نے ان کی فرمائش پر ایک تحریر لکھ کر انہیں پہنچا دی. جس میں ان کے اس مبارک عمل کی تحسین، نیز اس کی ضرورت واہمیت کو بیان کیا گیا ہے.

۱۶/ جمادی الاولیٰ ۳۲ ھ منگل

صبح نماز فجر ادا کی، اور اشراق تک احقر وہیں مسجد نبوی ہی میں رہا. اشراق کے بعد منزل پر آکر ناشتہ کر کے لیٹ گیا. ظہر کی نماز ادا کر کے کھانا کھایا. ساہیوال کے چوہدری یامین صاحب کے بھائی اور حافظ عبد الرشید صاحب مرحوم کے بیٹے احمد حسن سے ملاقات ہوئی، انہوں نے پہچان لیا. بہت ہی خوش ہوئے. عصر کے بعد احقر روضۂ اقدس پر حاضر ہوا اور سکون سے صلاۃ وسلام عرض کیا. احباب کا سلام بھی پہنچایا. شیخین مکرمین کی خدمت میں بھی سلام عرض کیا. اپنے معمولات ادا کر کے نماز مغرب ادا کی. عشاء تک مسجد میں رہا. بعدہ نماز ادا کر کے منزل پر آگیا.

۱۷/ جمادی الاولیٰ ۳۲ ھ بروز بدھ وادی بیضاء میں حاضری اور ناشتہ

صبح فجر کی نماز کے بعد احقر حرم نبوی سے واپس آگیا. اور کچھ دیر آرام کیا. ساڑھے سات بجے اٹھا. پھر قاری شرافت اللہ صاحب اور مولوی عبد الرشید صاحب کے ہمراہ وادی بیضا جانا ہوا مدینہ منورہ میں مقیم جناب میراں جاوید صاحب اپنی گاڑی میں لے گئے.

قاری صاحب کی اہلیہ بھی ساتھ تھیں، جب کہ دوسری گاڑی میں قاری اشرف صاحب، ان کی اہلیہ اور بچے تھے۔ ناشتہ کا سامان بھی ساتھ تھا۔ وہاں پہنچ کر ہم نے سادہ طریقہ سے زمین پر بیٹھ کر ناشتہ کیا۔ اور پھر حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلوی، حضرت قاری فتح محمد پانی پتی رحمہا اللہ تعالیٰ اور دیگر اکابر کے واقعات کا سلسلہ شروع ہوا۔ کافی دیر تک ان بزرگوں کا تذکرہ رہا جس سے طبیعت کو ایک خاص فرحت ہوئی ۔ لوگ دور دور سے اس وادی میں سیر کے لیے آتے ہیں اور خیمے لے کر رات بھی یہاں گزارتے ہیں۔ پہاڑ کے درمیان گھری ہوئی یہ وادی بڑی خوبصورت لگ رہی تھی اور اس سے قدیم طرز کی یاد تازہ ہو رہی تھی۔ سب کو یہاں بیٹھ کر عجیب لطف محسوس ہوا۔ موسم اگرچہ گرم تھا، لیکن چونکہ ہوا چل رہی تھی، اس لیے زیادہ محسوس نہیں ہوا۔ ناشتہ بڑا پر تکلف تھا۔ لیکن اس طرح اس سادہ طریقہ سے زمین پر بیٹھ کر بڑا اچھا لگ رہا تھا کافی دیر کے بعد ہم واپسی کے لیے اٹھے، اور پھر راستہ ہی میں وہ مقام بھی آیا جسے آج کل بڑا عجوبہ سمجھا جا رہا ہے۔ کیونکہ یہاں آکر گاڑی خود بخود چلتی ہے، حتیٰ کہ گاڑی کو اگر الٹے رخ پر چھوڑ دیا جائے تو وہ خود بخود ریورس ہو جاتی ہے ۔ جاوید صاحب نے ہمیں بھی یہ تماشا دکھایا۔ گاڑی کو انہوں نے بند کر دیا، وہ خود بخود چلتی رہی پھر دوسری سمت میں چھوڑا، تو وہ خود بخود ریورس ہونے لگی۔ اس حصہ میں قدرتی طور پر یہ خصوصیت رکھی گئی ہے لیکن عام لوگ اسے جنات کا مرکز سمجھ کر اسے وادی جن کہتے ہیں، اور بعض حضرات اسے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ قرار دے کر لوگوں کے عقیدے خراب کر رہے ہیں، جب کہ یہ سب کچھ حقیقت سے دور ہے۔ اصل حقیقت تو حق تعالیٰ کے ہی علم میں ہے۔ تاہم زمین میں قدرتی طور پر مقناطیسی کشش کا ہونا کچھ بعید نہیں ہے ۔ لوگ اب دور دور سے اس تماشہ کو دیکھنے آتے ہیں اور یہ ایک سیر گاہ بنتی جا رہی ہے۔ عجب نہیں کہ عوام کے اس میلہ اور غلو کی وجہ سے اس پر پابندی لگادی جائے ۔

ناشتہ میں آج خاص طور پر جو چیز اہمیت کی حامل تھی وہ بیر حاء کا پانی تھا، جس کے بارے میں یہی مشہور ہے کہ ستر یا ڈھائی ہزار انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام نے اس کا پانی نوش فرمایا ہے۔ آج حق تعالیٰ نے وہ پانی پینے کی سعادت بھی عطا فرمائی۔ جاوید صاحب یہ پانی اسی کنویں سے بھر کر لائے تھے۔ یہ کنواں بدر کے راستہ میں ہے لیکن احقر اب تک وہاں نہیں گیا۔ ایاباً ذہاباً ہم جبل احد پہاڑ سے گذرے۔ اسے بار بار دیکھ کر آپ علیہ الصلاۃ والسلام کا ارشاد گرامی جبل یحبنا و نحبہ دل میں مسلسل گھومتا رہا۔ مقام جرف جس پر دجال آئے گا، اور اسے مدینہ منورہ میں داخل نہیں ہونے دیا جائے گا، دور سے اسے بھی دیکھا۔ اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کی تمام فتنوں سے حفاظت فرمائے۔ آمین۔

واپس آ کر اور ظہر کی نماز ادا کی عصر کی نماز کے بعد احقر اور قاری شرافت اللہ صاحب بقیع الغرقد حاضر ہوئے۔ ازواج مطہرات، بنات طاہرات، اور اہل بیت رضی اللہ عنہم کے مزارات پر سلام پیش کیا اور انہیں ایصال ثواب کیا پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مزار پر انوار پر حاضری دی، اور کافی دیر تک وہاں کھڑے ہو کر قرآن کریم پڑھتا رہا، دل و دماغ کی عجیب کیفیت رہی۔ پھر وہاں بھوپال ہندوستان کے مفتی مولانا رئیس احمد صاحب سے ملاقات ہوگئی اور انہوں نے حضرت امام مالک، امام نافع، حضرت اقدس سہارنپوری رحمہ اللہ اور حضرت حلیمہ سعدیہ، حضرت ابو سعید خدری، حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہم، اور رسول اللہ ﷺ کی پھوپھیوں کے مزارات کی نشان دہی کی سب پر حاضری ہوئی۔ اس طرح ہمیں ان کی ملاقات سے بہت خوشی ہوئی۔ پھر ان سے ذاتی طور پر تعارف ہوا، وہ بڑے خوش ہوئے۔ ہمارا پتہ بھی انہوں نے لیا۔ اس کے بعد ہم صلاۃ وسلام کے لیے بارگاہ اقدس ﷺ اور حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوئے پھر اپنی مقررہ جگہ پر مسجد نبوی میں آ کر بیٹھے اور مغرب اور عشاء مسجد میں اداء کی، بعد ازاں بلڈنگ پر واپسی ہوئی۔

۱۸/ جمادی الاولیٰ ۳۲ ھ جمعرات

صبح فجر کی نماز کے بعد احقر مسجد نبوی سے واپس آگیا، اور پھر سات بجے کے بعد ہم پہلے جبل احد اور شہداء احد کی زیارت کے لیے حاضر ہوئے۔ سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر سلام پیش کیا۔ اور ایصال ثواب بھی کیا۔ بعض تاریخی مقامات بھی دیکھے۔ پھر ہم مسجد قباء حاضر ہوئے۔ نوافل ادا کیے اور دعائیں کیں۔ اس کے بعد مولوی عثمان سلمہ نے حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا قلعہ دیکھنے کے لیے کہا۔ ہم وہاں گئے۔ اتر کر قلعہ دیکھا۔ اس وقت اس کا کافی حصہ گر چکا ہے، لیکن آثار قدیمہ کا یہ عظیم شاہکار اپنی قدامت، مضبوطی اور رفعت شان کا پتہ دے رہا ہے۔ اسے دیکھ کر قفا نبک من ذکری حبیب ومنزل یاد آگیا۔ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کی طرف اس کی نسبت ہی بڑا شرف ہے۔ حکومت کو اس کی حفاظت کا اہتمام کرنا چاہئے۔

ہم نے ان مقامات کو دیکھنے کے بعد مولوی عثمان سلمہ کے ہمراہ انکی منزل پر آکر ناشتہ کیا۔ پھر احقر حرم چلا گیا، آج حق تعالیٰ کا بڑا فضل ہوا کہ ریاض الجنۃ میں جگہ مل گئی۔ ظہر کی نماز تک وہیں حاضری رہی، نوافل، تلاوت اور دعا کا خوب موقع ملا۔ احقر نے سب کے لیے دعائیں کی، اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں۔ اور اپنے فضل وکرم سے ایمان پر خاتمہ کے ساتھ جنت الفردوس بلا حساب وکتاب نصیب فرمائیں۔ آمین بحرمۃ النبی الکریم علیہ الف الف صلاۃ وسلام، الی یوم الدین۔ مغرب حرم میں پڑھی، اور پھر معمولات ادا کیے۔ عشاء تک حرم میں ہی رہا۔ عشاء کے بعد برادرم عبدالصبور نے فون پر خیریت معلوم کی اور دعاؤں کے لیے کہا۔ عشاء کی نماز کے بعد احقر منزل پر آگیا۔

۱۹/ جمادی الاولیٰ ۳۲ ھ جمعۃ المبارک

صبح فجر کی نماز کے وقت حرم میں پہونچے۔ نماز کے بعد واپس آکر آرام کیا۔ نو بجے

ناشتہ کیا۔ دس بجے کے بعد حرم میں بعد تیاری حاضری ہوئی جگہ بحمد اللہ تعالیٰ آگے مل گئی۔ خطبہ جمعہ تک معمولات اور درود شریف پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ اذان ہوئی تو سنتیں ادا کیں۔ پھر اذان کے بعد خطبہ ہوا، خطبہ خطیب محترم نے دیکھ کر پڑھا۔ منبر پر کھڑے احقر نے بھی انہیں دیکھا۔ خطبہ بہت ہی شاندار تھا حق تعالیٰ کی صفات اور ان کی قدرتیں بڑے عجیب انداز سے بیان کیں۔ رقت طاری ہوگئی۔

نماز کے بعد احقر واپس آ رہا تھا کہ مولوی عثمان سلمہ اور مولوی محمد فاروق سلمہ مل گئے۔ مولوی عثمان سلمہ کے ہاں جانا ہوا۔ سب نے کھانا کھایا کچھ دیر گفتگو رہی اور پھر آرام کیا، اور عصر پڑھی۔ پھر احقر حرم چلا گیا۔ صلاۃ وسلام عرض کیا، اور دیگر معمولات پورے کرتا رہا۔ مغرب اور عشاء ایک ہی جگہ ادا کی۔

۲۰/ جمادی الاولیٰ ۳۲ھ ہفتہ بر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر حاضری

صبح فجر کی نماز احقر نے حرم میں ادا کی۔ آج پھر ایک مرتبہ بر عثمان رضی اللہ عنہ پر حاضری ہوئی اس کے بعد ہم واپس آ گئے۔ اور احقر حرم چلا گیا ظہر ادا کی۔ ظہر کے بعد کھانا کھایا اور عصر کی نماز حرم میں ادا کی۔ عشاء تک یہیں حاضری رہی اور معمولات پورے کئے۔

عشاء سے قبل شیخ صفوان حفظہ اللہ استاذ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے ملاقات ہوئی، اور اسانید کے سلسلہ میں کافی تفصیلی گفتگو رہی۔ کل پھر ان سے ملاقات کا طے ہوا۔ عشاء کے بعد قاری شرافت اللہ صاحب اور احقر اور میراں صاحب جناب حضرت مولانا عبد المنان صاحب مدظلہم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ باوجود ضعف اور دیر ہونے کے، حضرت نے بڑا وقت دیا، اور کھانے پر اصرار فرمایا، اور ہدایا سے بھی نوازا۔ حق تعالیٰ انہیں صحت دے۔ اور جزائے خیر سے نوازے۔ کھانے کے بعد ہم واپس ہوئے۔ احقر مولوی عثمان سلمہ کے ہاں آ گیا۔ آج سے احقر کا قیام انہی کے ہاں ہے۔

۲۱/ جمادی الاولیٰ ۳۲ھ اتوار

فجر کے بعد آرام کیا، اور نو بجے ناشتہ ہوا۔ اس کے بعد احقر حرم چلا گیا۔ صلاۃ وسلام عرض کرنے کے بعد آج صفہ پر حاضری ہوئی ، اور سب معمولات وہیں پورے کیے اور خوب دعائیں بھی کیں۔ حق تعالیٰ قبول فرماویں اور صفہ کی نسبت سے علم وعمل کی دولت سے مالا مال فرماویں ۔ آمین ۔ظہر کے بعد احقر واپس ہوا ۔ عصر کی نماز ادا کی اور پھر حرم میں حاضری دی۔ صلاۃ وسلام عرض کرنے کے بعد اپنی مقررہ جگہ پر بیٹھنا ہوا۔ مغرب کے بعد ساہیوال کے بعض حضرات سے بھی ملاقات ہوئی ۔ وہ احقر کی تلاش میں تھے۔ مل کر بہت خوش ہوئے ۔ عشاء سے قبل شیخ صفوان تشریف لے آئے ۔ ان سے تفصیلی گفتگو ہوئی ۔ احقر نے اپنی پڑھی ہوئی حدیث پاک کی کتب عشرہ کی پوری اسانید حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تک کا نقشہ اور احادیث مسلسلہ کا ثبت اور اپنی اسانید ان کو دیں، تو وہ بہت ہی خوش ہوئے ۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تک کتب عشرہ کی اسانید احقر نے '' الہدیۃ البہیۃ'' کے نام سے مرتب کرلی ہیں ۔موصوف نے احقر کو اپنی کتاب قواعد اصول الفقہ وتطبیقاتہا کی دو جلدیں اور مفتاح الاصول پیش کی۔ دونوں اپنے موضوع پر مفید ہیں ۔ عشاء کے بعد وہ رخصت ہوئے۔

۲۲/ جمادی الاولیٰ ۳۲ھ سوموار

صبح فجر پڑھ کر آرام کیا، پھر گیارہ بجے حرم میں حاضری ہوئی ۔ شمائل ترمذی احقر کے ساتھ تھی۔ تحیۃ المسجد ادا کر کے روضۂ اقدس پر حاضری میں صلاۃ وسلام عرض کیا، اور پھر اس کی ابتدائی ۵۲ احادیث مواجہ شریف کے سامنے کھڑے ہوکر پڑھیں، اور آخری باب بھی پڑھا۔ شیخین مکرمین رضی اللہ عنہما کو سلام عرض کرنے کے بعد دعا کی اور پھر اپنی مقررہ جگہ پر آکر شمائل کا ایک حصہ پڑھا۔

ظہر کے بعد جوہر آباد کے مولانا زاہد صاحب سے ملاقات ہوئی ۔ قاری رفیق صاحب نے فون پر بتایا تھا کہ دیوبند سے مولانا شاہ عالم صاحب مدینہ منورہ آئے ہوئے ہیں، ان سے ملاقات کریں، ان سے فون پر رابطہ ہوا، باب الہجرہ کی بائیں طرف ان سے ملاقات اور طویل گفتگو ہوئی ۔ قاری شرافت اللہ صاحب بھی ہمراہ تھے، پھر ہم منزل پر آ گئے ۔ عصر کے بعد احقر حرم میں حاضر ہوا صلاۃ وسلام عرض کیا، پھر اپنی جگہ پر واپس آیا تو مولانا شیر محمد علوی صاحب مدظلہم نے دیکھ لیا، احقر ان سے ملا، بہت خوشی ہوئی ۔ وہ آج ہی مدینہ طیبہ آئے ہیں ۔ اور یہیں مولانا بدر الحسن صاحب سے بھی ملاقات ہوئی ۔ احقر شمائل ترمذی کی قراءت کرتا رہا، بحمد اللہ تعالیٰ عشاء کی نماز کے بعد مسجد نبوی شریف میں شمائل کی قراءت مکمل ہوئی۔

۲۳ / جمادی الاولیٰ ۳۲ھ منگل روانگی از مدینہ منورہ زادہا اللہ تنویرا وتکریما

صبح فجر کی نماز جماعت سے ادا کی ۔ اس کے بعد آٹھ بجے تک آرام کیا، ناشتہ مولوی عبد الرحمن اور مولوی محمد رمضان صاحب کے ہاں کیا، بہت ہی پر تکلف ناشتہ تھا، احقر اور مولوی عثمان ، قاری عبد الرحمن اور ان کے بھائی مولوی قاری عبد الحنان صاحبان اس میں شریک تھے ۔ ناشتہ کے بعد ان حضرات کی فرمائش پر احقر نے انہیں احادیث مسلسلہ اور دیگر اجازات دیں، اور آخر میں دعا کروائی ۔ پھر احقر ان کے ہمراہ حرم آ گیا، راستہ میں انہوں نے بہت سی زیارات کی نشان دہی کی ۔ اس سے طبیعت خوش ہوئی ۔

حرم میں پہنچ کر احقر نے روضۂ اقدس پر حاضر ہو کر صلاۃ وسلام عرض کیا، حضرات شیخین مکرمین کو بھی سلام عرض کیا ۔ ظہر تک اپنے معمولات پورے کئے، ظہر سے قبل جوہر آباد کے مولانا محمد زاہد صاحب سے ملاقات ہوئی ۔ نماز ہم نے اکٹھے ادا کی، پھر مفتی رئیس احمد صاحب ، مفتی بھوپال سے ملاقات ہوئی ۔ وہ بہت خوش ہوئے ۔ سرگودھا کے مولانا محمد شاہد سلمہ اور مولانا محمد شفیق صاحب بھی وہاں پہنچ گئے، ان حضرات سے مل کر احقر منزل پر

واپس آگیا۔ کھانا کھا کر عصر کے قریب احقر اور قاری شرافت اللہ صاحب ہم دونوں پھر حرم پہنچے۔ عصر کی نماز ادا کی اور پھر الوداعی صلاۃ وسلام عرض کر کے دل حزیں اور چشم گریاں کے ساتھ پونے پانچ بجے مسجد نبوی شریف سے باہر آئے۔ احقر نے باب فہد پر پہنچ کر دعا کی کہ حق تعالیٰ خیریت سے پھر لائے اور اس حاضری کو مقبول بنائے۔ آمین۔

منزل پر پہنچے۔ تیاری کی۔ مولوی عثمان سلمہ نے احقر کا سامان بھی منزل پر پہنچا دیا تھا۔ گاڑی چھے بجے کے قریب آئی۔ سامان اس میں رکھا اور ہم بیٹھ گئے۔ روانہ ہوئے تو پاکستان سے برخوردار عبدالباسط سلمہ کا فون آگیا اس سے پہلے عزیز محفوظ سلمہ کا فون بھی آیا۔ انہیں صورت حال بتائی۔ اور ہم سوا چھے بجے مدینہ طیبہ سے مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوئے۔ ذوالحلیفہ پہنچ کر عمرہ کی نیت کی۔ تلبیہ پڑھا اور دعا کی۔

آج ہم نے طریق ہجرت کی بجائے طریق بدر کو اختیار کیا۔ کافی عرصہ سے خواہش تھی کہ بدر بھی دیکھیں۔ چنانچہ بدر پہنچ کر مغرب کی نماز ادا کی۔ وقت کافی ہو چکا تھا۔ اس لیے ہم تفصیلی طور پر وہاں مقامات زیارت کو نہیں دیکھ سکے تا ہم مسجد عریش اور شہداء بدر رضی اللہ عنہم کے مزارات دور سے دیکھے۔ ڈرائیور چونکہ راستہ بھول گیا، اس لیے بدر کے اندر بار بار چکر لگتے رہے، اور اسے دیکھتے رہے۔

احقر نے مغرب کی نماز میں آیت قرآنی ولقد نصر کم اللہ ببدر تلاوت کی۔ اسلام کا پہلا معرکہ کفار کے ساتھ اسی میدان میں ہوا تھا۔ ۳۱۳ نہتے، معدودے چند مسلمانوں نے جس جذبۂ ایمانی سے ایک ہزار کے لشکر جرار سے مقابلہ کیا۔ تاریخ کا یہ عظیم واقعہ ہے۔ حق تعالیٰ نے اہل بدر پر اپنی خاص نصرت اور مدد فرشتوں کے ذریعہ سے فرمائی، ان کی امداد کا ذکر قرآن کریم میں تفصیل سے فرمایا ہے حضور ﷺ نے مسجد عریش میں حق تعالیٰ کے سامنے جس تضرع عاجزی کے ساتھ دعائیں کی تھیں۔ وہ قبول ہوئیں اور

مسلمانوں کو عظیم الشان فتح ہوئی ۔ اس غزوہ سے کفار کے قلوب پر مسلمانوں کی ہیبت و عظمت بیٹھ گئی۔ مسلمانوں کا رعب کفار پر چھا گیا اور وہ مرعوب ہو گئے ۔ یہ سب حق تعالیٰ کا فضل اور حضور ﷺ کی برکت نیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اخلاص، للٰہیت اور تقویٰ کی برکت تھی۔ مسلمان اگر آج بھی ان صفات کو اپنا لیں تو وہ یقیناً حق تعالیٰ کی نصرت حاصل کر سکتے ہیں۔ علامہ اقبال نے سچ کہا ہے۔

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

بدر کے اس مختصر سے جائزہ کے دوران دل کی عجیب حالت تھی۔ تمام واقعات ذہن میں گردش کر رہے تھے ۔ کبھی قرآنی آیات سامنے آتیں اور کبھی احادیث اور سیرت کے اوراق ذہن میں گھومنے لگتے ۔ ہم اس عجیب وغریب صورت حال میں وہاں سے نکلے اور مکہ معظمہ کا سفر شروع کیا۔

وہاں سے کافی دور جا کر ڈرائیور نے یہ خبر سنائی کہ گاڑی کا پٹرول ختم ہے اور راستہ پر کہیں بھی پٹرول پمپ نظر نہیں آتا۔ ہم نے کہا کہ آپ نے بدر سے کیوں نہیں پٹرول ڈلوایا تو کہنے لگا کہ میں بھول گیا۔ یہ عجیب مسئلہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہے۔ تھوڑی دیر میں ایک جگہ سے امید ہوئی کہ تیل مل جائے گا۔ لیکن وہاں پولیس تھی، اس لیے وہاں سے مسئلہ حل نہ ہوا۔ اس لیے وہاں سے نکلنا پڑا۔ لیکن پھر ایک جگہ سے تیل مل گیا۔ اور وہاں سے تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ میں ہم بخیریت مکہ معظمہ پہونچ گئے۔

رات کے ساڑھے بارہ بج چکے تھے ۔ کبوتر چوک دار السعید میں رہائش رکھی۔ عشاء کی نماز ادا کی، کھانا کھایا۔ ڈھائی بجے عمرہ کے لیے حرم میں پہونچے۔ بحمد اللہ طواف اور سعی بڑی سہولت اور آسانی اور جلدی سے ہوئی ۔ اللہ تعالیٰ قبول فرماویں۔ ہم نے یہ

عمرہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں ہدیہ کے طور پر کیا ہے، اس لیے زیادہ سہولت رہی۔

۲۴/ جمادی الاولیٰ ۳۲ھ بدھ

گذشتہ رات عمرہ سے چار بجے کے قریب فارغ ہوکر حرم میں ہی طواف کے نوافل ادا کیے۔ اذان فجر پر سنتیں پڑھیں۔ اور نماز فجر ادا کر کے حرم سے نکلے۔ راستے میں حلق کروایا اور احرام سے فارغ ہوکر منزل پر پہنچ کر ناشتہ کیا اور لیٹ گئے۔ گیارہ بجے اٹھ کر تیاری کی اور ظہر سے پہلے حرم میں پہنچا۔

دورۂ شمائل ترمذی

عصر کے بعد پھر حرم میں حاضر ہوا۔ پانچ بجے کے بعد عزیز قاری اسامہ نے فون پر بتایا کہ شیخ خالد الحکمی باب فہد پر انتظار میں ہیں۔ وہاں سے شیخ ناصر کے گھر جانا ہے، احقر باب فہد پر آگیا اور شیخ خالد کے ہمراہ شیخ ناصر کے ہاں پہنچ گیا۔ جن حضرات نے ابوداود شریف کے دورے میں شرکت کی تھی وہ بھی تمام حضرات وہاں پہنچ گئے۔ شیخ ناصر نے سب کا استقبال کیا۔ تواضع کی، اور پھر شمائل ترمذی کی قراءت کا آغاز ہوا۔ حسب سابق شیخ خالد شمعون نے قراءت شروع کی۔ مغرب اور عشاء کا وقفہ ہوا۔ سوا سو احادیث باقی تھیں کہ شیخ حشیم حفظہ اللہ بھی تشریف لے آئے۔ اور وہ بھی اس میں شریک ہوئے۔ آخر میں جامعہ حمادیہ کے حضرت مولانا عبدالواحد صاحب مدظلہ تشریف لے آئے، اور انہوں نے مسلسل بالاولیۃ سنائی۔

پھر شمائل کا باقی حصہ پڑھا گیا۔ شمائل کے ختم پر شیخ حشیم حفظہ اللہ نے مختصر دعا کرائی۔ پھر گیارہ کتب کے اوائل شیخ خالد نے پڑھے۔ اور مولانا نے سب کی اجازت عامہ دی۔ شرکاء کی فرمائش پر احقر نے بھی شمائل کی اجازت دی، اور اور درج ذیل سند دستخط کے بعد انہیں دی:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صورة اجازة الكتب الحديث الشريف

قال عبدالله بن المبارک رحمه الله تعالى الاسنادمن الدين
لولاالاسنادلقال من شاء ماشاء

الحمدلله رب العالمين،والعاقبة للمتقين والصلاةوالسلام على سيد المرسلين وعلى آله وصحبه اجمعين ،ومن تبعهم باحسان الى يوم الدين اما بعد:

فقدقرأعلى اخى فى الدين الأعز....................

مع رفقته الشمائل للامام الترمذى رحمه الله تعالى واسجازنى على حسن ظن بى الصحاح السة مع المؤطين للامام دارالهجرة ومحمد بن الحسن الشيبانى رحمه الله تعالى فاجزته بعدقراءة الحديث المسلسل بالاولية لشمائل الترمذى رحمه الله تعالى خاصة وبجميع مروياتى عامة،مع الاحاديث المسلسلة السبعة كمااجازنى مشايخى الكرام ،وان لم اكن اهلاًله ،اوصيه ونفسى بتقوى الله تعالى فى السروالعلن ، ماظهرمنهاومابطن وان يتبع السنه السنية ،ويجتنب المحدثات الشنيعة ، وان لاينساناومشايخناالكرام فى دعواته الصالحة فى خلواته وجلواته وآخردعواناان الحمدلله رب العالمين ، وصلى الله وسلم على خيرخلقه محمدوعلى آله واصحابه اجمعين

كتبه الاحقرعبدالقدوس المفتى عبدالشكورالترمذى

غفرله ولوالديه المن له حق عليه

خادم الفقه والحديث بالجامعة الحقانية

بساهيوال من مضافات سرجودهاالبنجاب الباكستان

تحريرافى يوم جمادى الاولى سنة۱۴۳۲ھ

پھر کھانا ہوا۔ کھانے کا اہتمام شیخ ناصر نے کیا۔ کھانا بہت لذیذ اور پرتکلف تھا اس سے فارغ ہوکر شیخ خالد حکمی کے ہمراہ اپنی رہائش گاہ پر آ گئے۔

۲۵/ جمادی الاولیٰ ۳۲ھ جمعرات

صبح حرم میں حاضری ہوئی۔ وہاں معمولات پورے کیے۔ ساڑھے چھے بجے کے بعد احقر نے آرام کیا۔ ظہر کی نماز حرم میں ادا کر کے بن داود سے واپسی کی ٹکٹیں کنفرم کرائیں اور پھر منزل پر آکر کھانا کھایا عصر کی نماز جماعت سے پڑھی، پھر حرم میں حاضری ہوئی۔ اور عشاء تک احقر وہاں حاضر رہا۔ مغرب کے بعد فقہ کے درس میں بیٹھنے کا موقع ملا۔ شیخ نے عزر کے موضوع پر تفصیل سے کلام کیا اور اس سلسلہ میں بہت سی صورتوں کی تشریح کی۔ ان کے انداز سے معلوم ہو رہا تھا کہ فاضل عالم ہیں۔ احقر کو اس درس میں حاضری سے فائدہ محسوس ہوا۔ جزاہم اللہ خیرا۔

۲۶/ جمادی الاولیٰ ۳۲ھ جمعۃ المبارک

آج صبح تہجد کے وقت تیار ہوکر حرم میں پہونچے۔ نوافل ادا کیے اور ان کے بعد فرض ادا کیے۔ پھر مولوی سجاد صاحب سے ملاقات ہوئی، انہوں نے مدینہ منورہ سے مولوی عثمان کی امانت پہنچائی۔ پھر ہم واپس ہوئے۔ ناشتہ کیا، رات نیند بہت کم آئی تھی اس لیے لیٹ گیا۔ ساڑھے آٹھ بجے اٹھ کر تیاری کی اور پھر حرم میں حاضری ہوئی۔ اذان ہونے پر سنتیں ادا کیں، پھر شیخ سدیس حفظہ اللہ نے جمعہ کا خطبہ دیا۔ اس میں مسلمانوں کے اتفاق واتحاد پر زور دیا اور مسلمانوں کو شقاق واختلاف سے بچنے کی پرزور تاکید کی۔ خطبہ کی فصاحت وبلاغت یقینا قابل داد تھی پھر شیخ سدیس کا انداز بھی اس میں مؤثر کردار ادا کر رہا تھا بہرحال انہوں نے قرآن کریم کی آیات اور احادیث شریفہ کی روشنی میں مسلمانوں کے باہم متحد ومتفق رہنے پر بہت ہی زور دیا۔ واقعۃً اس کی ضرورت واہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا

حق تعالیٰ مسلمانوں کو اس کی توفیق دیں اور وہ اتحاد واتفاق کی دولت سے بہرہ ور ہوں۔ اتحاد سے مراد اعتصام بحبل اللہ ہی ہے۔ دوسرے خطبہ میں انہوں نے صلاۃ وسلام اور ائمہ اور ولاۃ امر کے لیے دعائیں کیں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں۔ پھر نماز پڑھائی۔ اس میں بھی چوتھے پارہ کی وہی آیات تلاوت فرمائیں جن میں اعتصام بحبل اللہ کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ تلاوت کا انداز بہت ہی دلکش تھا۔ ایک عجیب سماں بندھ رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اتحاد واتفاق س سے مشرف فرمائیں۔

نماز کے بعد مولوی یعقوب سلمہ سے ملاقات ہوئی۔ وہ تسکین الصدور کا عربی ترجمہ کر چکے ہیں اور حضرت اقدس والد صاحب رحمہ اللہ کی کتاب حیات انبیاء کرام علیہم السلام کے مقدمہ کا عربی ترجمہ کر رہے ہیں۔ ان شاءاللہ تعالیٰ رجب شعبان تک مکمل ہو گا۔ اس کے بعد اشاعت کا مرحلہ آئے گا۔ عصر پڑھ کر احقر پھر حرم میں حاضر ہو گیا۔ مغرب کی نماز حسب معمول سابق صحن میں ادا کی۔ پھر باب فہد کے اندر والے حصہ میں آگیا۔ عشاء یہیں ادا کی۔ نماز کے بعد مولانا اشرف علی صاحب سے ملاقات ہوئی اور ہم اکٹھے منزل پر آئے۔

۲۷/ جمادی الاولیٰ ۳۲ھ ہفتہ

صبح بر وقت حرم پہنچا نماز کے کچھ دیر بعد واپسی ہوئی اور منزل پر آیا۔ ظہر کی نماز حرم میں پڑھ کر واپس آ کر کھانا کھایا۔ نماز عصر سے قبل دوبارہ حرم چلا گیا اور عشاء تک وہیں حاضر رہا آج رات ڈھائی بجے ہم حرم میں حاضر ہوئے اور فجر کی نماز تک یہاں حاضری رہی۔ بحمد اللہ طواف بھی کیا۔ اور باب کعبہ اور ملتزم کے قریب حاضری کے علاوہ حطیم میں نوافل پڑھنے کے ساتھ سامنے والی دیوار پر آیت قرآنی ان الذی فرض علیک القرآن لرادک الی معاداور مختلف حضرات کے نام لکھنے کا بھی موقع ملا۔ تہجد کی اذان کے وقت نوافل بھی پڑھے اور تلاوت بھی کی۔ بحمد اللہ تعالیٰ نماز فجر پڑھ کر واپسی ہوئی۔ کیونکہ

اس دفعہ حرم میں حاضری کی یہ آخری رات تھی اس لیے حق تعالیٰ کے فضل سے حرم میں حاضری کا کچھ موقع مل گیا۔ اس پر جتنا بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائیں، اور پھر بھی اس کی توفیق دیں۔

۲۸/ جمادی الاولیٰ ۳۲ھ اتوار

پہلے لکھ چکا ہوں کہ گذشتہ رات ڈھائی بجے سے فجر تک مسجد الحرام میں گذری، اس کے بعد ہم منزل پر آئے اور مختصر سا ناشتہ کر کے لیٹ گئے۔ ساڑھے گیارہ بجے بیدار ہوا، اور نماز کے لیے حرم شریف میں حاضری ہوئی۔ اور الوداعی زیارت کی دعائیں کرتا رہا۔ باب فہد پر آکر بھی دعا کی۔ اللہ تعالیٰ ہماری کوتاہیوں کو معاف فرمائیں اور یہاں کی حاضری کو قبول فرما کر ہمیں بار بار یہاں لائے۔ باچشم تر یہاں سے رخصت ہوا۔ قاری شرافت اللہ صاحب ساتھ تھے۔ منزل پر پہنچنے تک عجیب حالت رہی۔ قاری رفیق صاحب نے جدہ سے فون پر پروگرام معلوم کیا۔ گھر سے بھی فون آیا اور خیریت معلوم ہوئی۔ ظہر کے بعد کھانے سے فارغ ہو کر پونے تین بجے مکہ معظمہ سے جدہ روانہ ہوئے۔ چار بجے ہم درۃ الاندلس، شارع فلسطین پہنچے۔ وہاں جناب عبد الروف صاحب پہلے سے ہی ہمارے منتظر تھے۔ موصوف اصل میں سلانوالی سرگودھا کے رہنے والے ہیں اب ملتان میں مکان لے لیا ہے دس بارہ سال سے جدہ میں مقیم ہیں بڑے خلیق مہمان نواز اور اہل علم کے قدردان ہیں ان کے اصرار پر جدہ میں ان کے ہاں ٹھہرنے کا نظم تھا۔ درۃ الاندلس پہنچے تو قاری محمد رفیق صاحب سے رابطہ ہوا۔ وہ احقر کو لینے کے لیے پانچ بجے کے بعد تشریف لے آئے۔ ہم عصر پڑھ چکے تھے۔ احقر مغرب کے قریب ان کے ساتھ ان کے گھر روانہ ہوا۔ وہاں پہنچ کر مغرب پڑھی۔ وہاں جناب صوفی اصغر صاحب پہلے سے ہی منتظر تھے۔ ان سے کافی دیر تک بات ہوئی۔ انہوں نے فون پر جناب ڈاکٹر عبد الواحد صاحب السید سے ریاض بھی

بات کروائی ۔ ڈاکٹر صاحب سے بھی تفصیلی بات چیت ہوئی ۔ عشاء ہم سب نے اکٹھے ادا کی ۔ پھر جناب عادل صاحب کے ہاں جانا ہوا وہ بڑے خوش ہوکر ملے اور بڑا پر تکلف کھانا کھلایا۔ اس وقت رات کا ایک بج چکا تھا۔ واپس ہوتے دو ڈھائی بج گئے۔

۲۹/ جمادی الاولیٰ ۳۲ ھ سوموار

صبح نماز کے وقت اٹھ کر نماز فجر ادا کی پھر کچھ دیر بعد ہمارے میزبان جناب عبد الروف صاحب تشریف لے آئے ۔ ان کے ساتھ بحر احمر دیکھنے نکل گئے۔ وہیں جاکر ناشتہ کیا اور مختلف مناظر دیکھتے رہے۔ حق تعالیٰ کی قدرت کے عجیب وغریب کرشمے دیکھ کر بے ساختہ زبان پر سبحان اللہ کا کلمہ اور بچپن میں حضرت والدہ ماجدہ مرحومہ سے سنا ہوا شعر ۔

چاند تاروں میں تو مرغزاروں میں تو اے خدایا کس نے تیری حقیقت کو پایا

زبان پر گردش کرتا رہا۔ خاص طور پر سمندر کا وہ حصہ جس میں پانی کی موجیں تھپیڑے مار کر چل رہی تھیں، بڑا ہی عجیب تھا۔ سمندر میں مسجد اور پھر ایک سین ایسا کہ سمندر ہی میں پل بنا کر مچھلی کے شکار کا منظر بھی دیکھنے میں آیا۔ عبد الروف صاحب نے بڑی تفصیل سے ہر ایک چیز کے متعلق بتایا اور خوب سیر کروائی ۔ احقر کے لیے یہ پہلا تجربہ تھا اس لیے دل ودماغ پر ایک عجیب فرحت وسکون محسوس ہوا۔ وہاں سے واپس آکر کچھ دیر آرام کیا۔ اور پھر بارہ بجے قاری اسامہ کے ساتھ انکے گھر چلا گیا وہاں عبد العزیز حکمی نے ظہر کے بعد ابو داود شریف کی ۸۲ احادیث سنائیں۔ وہ پہلے دن درس میں حاضر نہ ہو سکے تھے ۔ پھر ہم شیخ خالد حکمی کے ہاں گئے۔ انہوں نے پر تکلف دعوت کا اہتمام کیا ہوا تھا۔ وہاں کافی دیر تک مختلف موضوعات پر گفتگو رہی ۔ رات کا کھانا جناب قاری محمد رفیق صاحب کے ہاں طے تھا انہوں نے اور ان کے بیٹے معاذ، خباب اور اسامہ سلمہم اللہ سب نے مہمانوں کی خدمت کی اور اس پروگرام کو کامیاب کیا۔ کھانا سب نے مل کر کھایا اور مسائل پر

تبادلہ خیال بھی ہوا چونکہ ان شاء اللہ کل پاکستان روانگی ہے اس لیے احباب سے رخصتی مصافحہ ومعانقہ کیا۔ اور پھر قاری شرافت اللہ صاحب مع قاری اسامہ ومعاذ سلمہ ائرپورٹ پر سامان بک کرانے چلے گئے۔ اور ہم قاری رفیق صاحب سے الوداعی ملاقات کر کے اپنی رہائش گاہ پر آ گئے۔

۳۰/ جمادی الاولیٰ ۳۲ھ منگل پاکستان واپسی

فجر کی نماز کے بعد سات بجے قاری اسامہ کے ہاں ناشتہ کیلئے جناب عبد الروف صاحب کے ہمراہ ان کے گھر پہنچے۔ وہاں عبد العزیز حکمی بھی آ گئے اور انہوں نے سنن ابی داؤد کی احادیث سنائیں۔ ۱۴۰ احادیث مکمل ہوئیں۔ وللہ الحمد۔ پھر ناشتہ کیا۔ دس بج کر بیس منٹ پر ہم وہاں سے نکلے۔ جہاز کا وقت بارہ پانچ پر تھا۔ اس لحاظ سے ہمیں کافی تاخیر ہو گئی تھی۔ بورڈنگ ہو چکی تھی اس لیے اطمینان تھا۔ پونے گیارہ ہم ائرپورٹ پر پہنچ چکے تھے۔ وہاں بعض مراحل سے گزرتے ہوئے کچھ وقت لگ گیا۔ اور ہم تقریباً سوا بارہ بجے اپنی سیٹوں پر بیٹھے۔ تقریباً بارہ پینتیس پر جہاز رن وے پر چلنا شروع ہوا۔ اور ٹھیک بارہ چوالیس پر اس نے زمین چھوڑ دی۔ اللہ تعالیٰ تمام مسافروں کو بخیریت اپنی اپنی منزل مقصود پر پہنچائیں۔ اور معتمرین کے لیے اس سفر کو مبارک اور مقبول بنا دیں۔

جہاز نے چھ بج کر پچاس منٹ پر پاکستان لاہور علامہ اقبال ائرپورٹ لینڈ کیا۔ اور سب مسافر بفضلہ تعالیٰ بخیریت لاہور پہنچ گئے۔ احقر نے مغرب کی نماز ادا کی۔ ائرپورٹ سے نکلنے میں کافی دیر لگی۔ سامان لے کے باہر آئے تو عبد الودود سلمہ، ماموں عبد الوحید صاحب، عبد العظیم، فہیم اور برخورداران عبد الملک اور عبد الواسع سلمہم موجود تھے۔ قاری شرافت اللہ صاحب کے بیٹے بھی آئے ہوئے تھے۔ سب سے ملاقات ہوئی۔ اور پھر دعا کے بعد نو بجے ہم لاہور سے ساہیوال کے لیے روانہ ہوئے۔ سرگودھا پہنچنے سے قبل عشاء

کی نماز راستہ میں ادا کی، پھر سوا گیارہ سرگودھا، اور تقریباً بارہ بجے شب بخیریت ساہیوال اپنے گھر پہنچے۔ سب حضرات کو بخیریت پایا۔ ملاقاتیں ہوئیں۔ سب نے خوشی کا اظہار کیا۔ اجتماعی کھانا ہوا۔ اور پھر سب اپنے اپنے ٹھکانوں کی طرف روانہ ہوئے۔ یوں احقر کا یہ مبارک سفر مکمل ہوا۔ فللہ الحمد ولہ الشکر۔

اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے قبول فرمائیں۔ اور گناہوں اور قرض سے نجات کا ذریعہ بنائیں۔

مشرف گرچہ شد جامی ز لطفش
خدایا ایں کرم بارے دگر کن

آمین بحرمة النبي الكريم صلى الله عليه وسلم۔ فقط

احقر عبد القدوس ترمذی غفرلہ
جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا۔
منگل ۳۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۲ھ

مفتی محمد عبداللہ چنیوٹی

احکام القرآن مفتی عبدالشکور ترمذی کا منہج

تحقیقی جائزہ (قسط۳)

دیگر تالیفات احکام القرآن سے موازنہ کا حاصل

جو احکام القرآن مفتی عبدالشکور ترمذی نے تالیف فرمایا ہے اس میں استنباط مسائل کا انداز علامہ قرطبی کی الجامع لاحکام القرآن اور علامہ ابن العربی کے احکام القرآن سے زیادہ مشابہت رکھتا ہے۔ ملاجیون کی تفسیرات احمدیہ کی طرح الفاظ کے معانی ومصداق بھی ذکر فرماتے ہیں۔ جہاں دیگر احکام القرآن کے حوالہ سے تالیفات میں احکام سے متعلق آیات کو زیر بحث لایاگیا وہاں مفتی عبدالشکور ترمذی کے احکام القرآن میں صرف ان احکام ہی سے متعلق آیات کو زیر بحث نہیں لایاگیا بلکہ قصص وامثال وغیرہ سے متعلقہ وہ آیات جن سے عموماً مسائل مستنبط نہیں کئے ان سے بھی تعرض فرمایا ہے۔ اس طرح اس وجہ سے مسائل مستنبطہ کی تعداد دیگر تالیفات کے مقابلہ میں کافی زیادہ ہوگئی ہے۔ بعض ایسے مسائل جن کے بارے متقدمین کی کتب میں بحث نہیں ملتی، مفتی عبدالشکور صاحب ترمذی نے ان پر بھی سیر حاصل بحث فرمائی ہے۔ مؤلفات احکام القرآن میں ''احکام القرآن للتھانوی'' نے ایک منفرد اور جدید اسلوب اختیار کیا ہے۔

تقابلی جائزہ

احکام القرآن، مولانا محمد ادریس کاندھلوی اور تکملہ احکام القرآن، مفتی عبدالشکور ترمذی

حضرت مفتی عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ نے سورۃ ق سے سورۃ والناس تک قرآن

کے اس حصہ کا بھی تکملہ لکھا، جس پر ابتدائً مولانا محمد ادریس کاندھلوی صاحب نے احکام القرآن کے حوالہ سے اس مفوضہ حصہ پر کام کیا تھا، لیکن چونکہ یہ کام اجمالی تھا اس لئے بعض حضرات کے ایماء پر مفتی عبدالشکور صاحب نے اس حصہ پر تفصیلی کام کیا، جس کی ایک مثال ذیل میں ذکر کی جاتی ہے:

قولہ تعالٰی:فاذاقضیت الصلٰوۃ فانتشروافی الارض وابتغوامن فضل اللّٰہ واذکرواللّٰہ کثیرالعلکم تفلحون کے تحت جن مسائل کا استنباط فرمایا ذیل میں ان کے عنوانات درج کئے جارہے ہیں:

(۱)فیہ الامرللاباحۃ علی الاصح (۲)فیہ اباحۃ الجلوس فی المسجدبعدالصلٰوۃ (۳)واستدل بالآیۃ علٰی تقدیم الخطبہ علی الصلاۃ(۴)تحقیق السنۃ القبلیۃ والبعدیۃ للجمعۃ (۵)یطلق لفظ القضاء علی الاداء(۶)وفیہ دلالۃ علٰی انہ لایفرض الظہر بعد الجمعۃ

قولہ تعالٰی:واذارأ وتجارۃ اولہواانفضواالیہاوترکوک قائما

فیہ دلیل علٰی ان الامام یخطب یوم الجمعۃ قائماھواحدسنتہاعندالحنفیۃ

قولہ تعالٰی: قل ماعنداللّٰہ خیرمن اللہوومن التجارۃ واللّٰہ خیرالرازقین

(۱)الردعلی الاستدلال علٰی حل الملاہی بہٰذہ الایۃ (۲)واستدل بماوقع فی القصۃ علٰی اقل العددالمعتبرفی جماعۃ الجمعۃ(۳)مایصنع الامام ان اتفق تفرق الناس عنہ فی صلاۃ الجمعۃ (۴)اذاادرک المسبوق مع الامام شیئامن الصلٰوۃ اتمہاجمعۃ(۵)الجواب عن طعن الشیعۃ لہٰذہ الایۃ علی الصحابۃ رضی اللّٰہ عنہم (۶)کیف یجوزتخصیص عموم الآیۃ فی الامکنہ بعصرعلٰی وبیومن الاحادبالمصر (۷)دلائل الاحناف علٰی کون المصرشرطا لاقامۃ الجمعۃ (۸)الجواب عن الاستدلال علٰی ان الجمعۃ فرضت بالمدینۃ دون مکۃ (۹)واذالم تجزالجمعۃ فی القریٰ فعدم صحتہافی البراری اولٰی(۱۰)حکم مالوبعث الامام علٰی قریۃ نائبالاقامۃ الحدودوالقصاص(۱۱)الفرق بین شرط الاداء وشرط الوجوب (۱۲)المصرشرط للاداء فلایصح بدونہ(۱۳)مسئلۃ تعریف المصرالجامع (۱۴)حکم صلٰوۃ تصلی اربعابعدصلٰوۃ الجمعۃ بینۃ آخرظہرادرکت وقتہ(۱۵)لاتصح الجمعۃ فی القریٰ الصغیرۃ للمصالح الاجتماعیۃ(۱۶)الحکم اذالاقی فصلا مجتہدافیہ نفذولایبقی بعدموت الحاکم اوعزلہ (۱۷)بل یقوم مقام الامام جماعۃ المسلمین اذالم یکن امام (۱۸)بحث

نصب القاضی من العامة بل یصح (١٩)مسئلة تقلدالقضاء من السلطان الجائر (٢٠)المرأة لاتکون سلطانًاالا تغلبًا(٢١)صلی علی رضی الله تعالٰی عنه الجمعة بالناس باذن عثمان صراحة اودلالة حین کان محصورا

سورۃ جمعہ کی آیت فاذاقضیت الصلوۃ فانتشروافی الارض وابتغوامن فضل الله واذکرواالله کثیرالعلکم تفلحون سے درج ذیل مسائل کا استنباط فرمایاجن کے عنوانات درج ذیل ہیں:

(١)اس آیت میں صحیح قول کے مطابق فانتشرواور ابتغوامیں امراباحت کیلئے ہے (٢) مسجد میں نمازاداکرنے کے بعد بیٹھنامباح ہے (٣)نمازجمعہ کا خطبہ نماز سے مقدم ہوتا ہے (۴)جمعہ کے فرض سے پہلے اور بعدوالی سنتوں پر تحقیقی کلام فرمایا (۵)قضاکے لفظ کا ادا پر اطلاق (٦)نمازجمعہ کے بعدنمازظہرفرض نہیں۔

دوسری آیت واذا رأوا تجارة أولهوا انفضوا إليهاوترکوک قائماسے درج ذیل مسئلہ کا استنباط فرمایا:

(١)جمعہ کے خطبہ کا وجوب ثابت ہوتاہے۔

تیسری آیت قل ماعندالله خیرمن اللهوومن التجارة والله خیرالرازقین سے درج ذیل مسائل مستنبط فرمائے:

(١)آلات لہوولعب کے استدلال کرنے والوں کا ردفرمایا(٢)جمعہ کی جماعت کیلئے نمازیوں کی کم ازکم تعدادکی تحقیق (٣)اگرلوگ نمازجمعہ میں تفریق پر متفق ہوجائیں توامام کیا کرے (۴)مسبوق شخص امام کے ساتھ نمازکے کسی بھی حصہ میں شامل ہوجائے تونمازمکمل کرلے (۵)شیعہ حضرات کا اس آیت سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم پر طعن کاجواب (٦) مختلف مقامات پر عموم آیت کی تخصیص کے جواز کا مسئلہ (٧) عموم آیت سے گاؤں والوں پر فرضیت جمعہ کے استدلال کی تردید(٨)جمعہ کے قیام کیلئے شہرکی شرط

کے دلائل (۹) نماز جمعہ کی فرضیت مکہ یا مدینہ میں ہوئی (۱۰) جب جمعہ گاؤں میں جائز نہیں تو جنگلات میں بطریق اولیٰ جائز نہیں (۱۱) امام کا گاؤں میں حدود وقصاص کیلئے نائب کو بھیجنے کا حکم (۱۲) شرط ادا اور شرط وجوب کے مابین فرق کی وضاحت (۱۳) ادائے جمعہ کیلئے جامع مصر کی شرط کا مسئلہ (۱۴) نماز جمعہ کے بعد ظہر کی نیت چار رکعت کا حکم (۱۵) اجتماعی مصالح کی وجہ سے چھوٹے گاؤں میں جمعہ کے قیام کا عدم جواز (۱۶) مجتہد فیہ مسئلہ کے نفاذ وعدم نفاذ کا حکم (۱۷) امام کے غیر حاضر ہونے کے وقت جماعۃ المسلمین کا اس کے قائم مقام ہونا (۱۸) نصب القاضی من العامۃ کا تحقیقی حکم (۱۹) ظالم بادشاہ کی جانب سے قاضی بنائے جانے کا حکم (۲۰) حضرت علی کا حضرت عثمان کے محاصرہ کے وقت لوگوں کو نماز پڑھانے کی تحقیق (۲۱) عورت کیلئے ولایت عامہ کا عدم جواز۔ (جاری)

اعلان داخلہ درجہ تخصص فی الفقہ

جامعہ حقانیہ کے شعبہ تخصص فی الفقہ سال اول وسال دوم میں داخلہ ۱۵؍ شوال المکرم ۱۴۳۲ھ سے شروع ہوگا اور ۲۵؍ شوال المکرم تک جاری رہے گا، اور ۲۶؍ ۲۷؍ شوال دو دن تحریری وتقریری امتحان ہونگے، اور ۲۸؍ شوال المکرم سے ان شاء اللہ تعالیٰ تعلیم کا آغاز ہوگا۔ داخلہ کے خواہش مند حضرات ۱۵؍ شوال المکرم کو جامعہ کے دفتر تعلیمات سے فارم داخلہ حاصل کرلیں۔

مولوی محمد آصف چنیوٹی

جامعہ حقانیہ کا ۵۷ واں سالانہ جلسہ تقسیم اسناد

فقیہ العصر یادگار اسلاف حضرت مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذی قدس سرہ کے لگائے ہوئے عظیم دینی گلشن جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا میں طلبہ کے تعلیمی سال کے اختتام پر سالانہ جلسہ گزشتہ چھپن برس سے منعقد ہو رہا ہے۔ اس سال بھی حسب سابق یہ سالانہ تبلیغی واصلاحی جلسہ مورخہ ۷/۸ رشعبان المعظم ۱۴۳۲ھ بمطابق ۸/۹ رجولائی ۲۰۱۱ء کو جامعہ حقانیہ کے ناظم اعلیٰ استاذ العلماء حضرت مولانا صالح محمد صاحب دامت برکاتہم استاذ الحدیث جامعۃ المعارف الشرعیہ ڈیرہ اسماعیل خان کی سرپرستی میں منعقد ہوا۔ جس میں ملک بھر سے جید علماء کرام اور مشائخ عظام نے شرکت کی۔

جلسہ کی پہلی نشست شہر کی قدیم و عظیم جامع مسجد حقانیہ میں منعقد ہوئی جس میں نماز جمعہ سے قبل عارف باللہ حضرت مولانا مشرف علی تھانوی مدظلہم کا بیان ہوا۔ حضرت نے تخلیق انسانی کے مقصد اصلی پر بڑا ہی پراثر بیان فرمایا، پھر حضرت مولانا قاری محمود احمد صاحب مدظلہم مدرس جامعہ خیر المدارس ملتان نے نہایت ہی دلکش اور مخصوص انداز میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔

جلسہ کی دوسری نشست میں بعد نماز عصر جامعہ حقانیہ فروکہ روڈ پر جامع مسجد ترمذی کے سنگ بنیاد کے موقع پر عارف باللہ حضرت مولانا مشرف علی تھانوی مدظلہم نے تعمیر مساجد کے حوالے سے بیان فرمایا۔

جلسہ کی تیسری نشست ۸ رشعبان بروز ہفتہ بعد نماز ظہر منعقد ہوئی ۔ جس میں اولاً حضرت مولانا مفتی محمد طیب صاحب ، مہتمم جامعہ امدادیہ فیصل آباد نے بیان فرمایا ان کے

بعد حضرت علامہ مولانا عبدالغفار تونسوی مدظلہم نے شان صحابہ اور رد رافضیت کے موضوع پر بہت ہی عمدہ اور مفصل ومدلل بیان فرمایا اس نشست میں اہل شہر کے علاوہ قرب وجوار کے دیہاتوں سے عوام کی ایک کثیر تعداد نے شرکت کی۔

جلسہ کی چوتھی اور آخری نشست عشاء کے بعد منعقد ہوئی جس میں ابتدائی بیان حضرت مولانا قاضی عبدالرشید صاحب مدظلہم ڈپٹی سیکرٹری وفاق المدارس العربیہ پاکستان ومہتمم مدرسہ فاروقیہ راولپنڈی نے مدارس کی ضرورت واہمیت، افادیت اوران کے نصاب تعلیم کے حوالہ سے بڑا ہی عمدہ بیان فرمایااورمدارس پر کیے جانے والے بے جا اعتراضات کی موثرانداز میں تردید کی ۔ ماشاء اللہ حضرت مولانامدظلہم کا بیان نہایت جامع مفیداور موثر تھا۔آپ کے بیان کے بعد حضرت مولاناخلیل الرحمٰن انوری مدظلہم نے تعلق مع اللہ کے حوالہ سے بیان فرمایا جناب حضرت مولاناطاہر مسعود صاحب مدظلہم نے جامعہ کا تعارف پیش کیا۔

اس کے بعد درجہ تخصص فی الفقہ سال دوم اور دورہ حدیث شریف سے فارغ ہونے والے علماء کرام کی دستار بندی ہوئی ،اور درجہ حفظ وکتب کے طلبہ میں اسناد تقسیم کی گئیں ۔آخری بیان سے قبل حضرت صدر جامعہ حفظہ اللہ نے تشریف آوری پر علماء کرام کا تہہ دل سے شکریہ ادا کیا، منتظمین کی کوششوں کو سراہا۔

اس کے بعد ابن سفیر ختم نبوت حضرت مولانامحمدالیاس چنیوٹی صاحب مدظلہم العالی نے رد قادیانیت کے حوالہ سے بیان فرمایااور انہی کی دعا پر یہ سالانہ جلسہ بحسن وخوبی اختتام پذیر ہوا۔

دل سے دعا ہے کہ حق تعالیٰ اس جامعہ اور تمام دینی اداروں کوہمیشہ قائم ودائم رکھیں اور ان کے فیض کوعام وتام فرمائیں

ع۔ن۔ت

تعارف کتب

نام کتاب: مقام رسول کریم ﷺ کتاب وسنت کی روشنی میں

مؤلف: فقیہ العصر مفتی سید عبدالشکور ترمذی نوراللہ مرقدہ صفحات: ۷۲

ناشر: جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

زیر نظر رسالہ سیرت طیبہ کے موضوع پر ایک گراں قدر مقالہ ہے جسے فقیہ العصر مفتی سید عبدالشکور ترمذی قدس سرہ نے بدر العلماء حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی رحمہ اللہ تعالیٰ کی عظیم وشہرۂ آفاق کتاب ''ترجمان السنۃ ''کو سامنے رکھ کر مرتب فرمایا تھا یہ مقالہ اس وقت ملک کے مشہور و معروف جریدہ ''ماہنامہ الحق'' نے شائع کیا اس کے بعد جامعہ حقانیہ کے ترجمان ''مجلہ الحقانیہ '' نے بھی اسے کئی قسطوں میں شائع کیا۔

ضرورت تھی کہ اسے مستقل رسالہ کی صورت میں شائع کیا جائے تاکہ اس کی افادیت کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہو سکے الحمدللہ ناشر زید مجدہ نے اس ضرورت کو محسوس کیا اور اس وقیع علمی مضمون کو آب وتاب سے شائع کیا ہے۔ مضمون اپنی عظمت وجامعیت کے اعتبار سے نہایت درجہ عظیم الشان اور گوناگوں محاسن کا حامل ہے عوام وخواص سب کے لیے مفید ہے امید ہے کہ سب ہی اس کی قدردانی کریں گے۔

نام کتاب: اے زائر حرم مرتب: شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہم

صفحات: ۷۲ ناشر: القاسم اکیڈمی خالق آباد نوشہرہ

زیر نظر رسالہ میں بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضری کے آداب بیان کئے گئے ہیں، یہ رسالہ دراصل بعض اکابر کے ان عظیم ومفید مضامین کا مجموعہ ہے جو وقتاً فوقتاً ماہنامہ

القاسم میں شائع ہوتے رہے ہیں ۔ ماشاءاللہ سب ہی مضامین عمدہ اور بہترین ہیں ۔ ہر مسلمان مرد و عورت کو ان مضامین کا مطالعہ کرنا چاہئے ۔

نام کتاب: گنبد خضری کے سایہ میں مؤلف: شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہم
صفحات: ۲۵۶ ناشر: القاسم اکیڈمی خالق آباد نوشہرہ

زیر نظر کتاب شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہم کے پہلے سفر حج کا روح پرور سفرنامہ ہے ، جس کی یادداشتیں موصوف نے آج سے پینتالیس سال قبل نوٹ کی تھیں ۔ اب انہیں یادداشتوں کو مخدوم و مکرم حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہم نے کتابی شکل میں شائع فرمایا ہے ۔ اس سفرنامہ میں ایک بڑا حصہ ان گراں قدر علمی اور معلوماتی مکتوبات پر مشتمل ہے جو اسی سفر کے دوران حضرت مؤلف مدظلہم نے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب قدس سرہ کے خدمت میں تحریر فرمائے ۔ امید ہے کہ اہل علم حضرات اس علمی ذخیرہ کے قدر فرمائیں گے ۔

نام کتاب: مرقع سیرت مرتب: ابوسعد محمد عابد عمر
صفحات: ۶۴ ناشر: کتبہ اهل سنت موہڑہ کورچشم چکوال

زیر نظر جیبی سائز رسالہ واقعۃً سیرت طیبہ کا بہترین مرقع ہے جس سے ہر چھوٹا بڑا استفادہ کر سکتا ہے ۔ اس کے اندر نبی کریم ﷺ کی سیرت کے مختلف اہم گوشوں کو اجاگر کیا گیا ہے ۔ یہ رسالہ ہر مسلمان گھر اور ہر مرد و عورت کی ضرورت ہے ۔

ارباب مدارس اور اساتذہ کرام اگر طلبہ کو یہ مختصر رسالہ حفظ کرادیں تو سیرت نبوی ﷺ سے طلبہ کو کسی قدر شناسائی حاصل ہوجائے گی ۔ رسالہ بہترین ٹائٹل اور مقامات مقدسہ کی رنگین تصاویر کے ساتھ آرٹ پیپر پر شائع کیا گیا ہے ۔ امید ہے کہ اس کاوش کی قدر کی جائے گی ۔